تحریر: مولانا ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب
ناشر: مکتبہ فریدیہ ہائی سٹریٹ ساہیوال

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۰ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۰

چُپ ہوئے پاپا ، چل دیئے پطرس

گُم ہوئے مرقس ، مِٹ گئے لوق

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

یا اللہ جل جلالہٗ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت فاتح عیسائیت حضرت علامہ مولانا الحاج ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

باہتمام ابوالعلا حافظ نعمت علی چشتی

ناشر: مکتبہ فریدیہ، ہائی سٹریٹ - ساہیوال (پاکستان)

نام کتاب ———— آئینۂ حق

تحریر ———— حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

تعداد اشاعت ———— بار اوّل ۱۰۰۰

بار دوم ۱۰۰۰ جولائی ۱۹۷۴ء

کتابت و سرورق ———— غلام سید الکونین فانی خوشنویس خانیوال

پروف ریڈنگ ———— قاری عبد العزیز فریدی ، مولانا محمد حنیف اختر خانیوال

مطبوعہ ———— جسارت پرنٹرز - لاہور

قیمت ———— ۶/۵۰ روپے

ناشر ———— مکتبۂ فریدیہ ساہیوال

میں اپنے اس معمولی ہدیہ کو حضور قطب الوقت فرید العصر خواجہ میاں علی محمد خان صاحب (بسی شریف) زید مجدہم اور فقیہ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی محدث بصیر پوری کے ذریعے سے زہد الانبیاء قطب الاقطاب شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کر کے شہنشاہ کائنات دُعاء خلیل، بشارت مسیح، نبی الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ قدس میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

ابو النصر عفا اللہ عنہ

سببِ تالیف

اس فقیر راقم الحروف نے صداقتِ اسلام، تردیدِ عیسائیت کے موضوع پر متعدد رسالے لکھے جو بفضلہٖ تعالیٰ مُلک بھر میں بنظرِ تحسین دیکھے گئے ان رسالوں نے عوام تو عوام مُلک کی اہلِ علم برگزیدہ شخصیتوں سے بھی خراجِ تحسین حاصل کر لیا اور مبلغینِ اسلام کے لئے از حد مفید ثابت ہوئے، مُلک کے مختلف گوشوں سے اہلِ علم حضرات کے خطوط موصول ہوئے۔ جن میں رسالوں کے علاوہ ایک جامع کتاب لکھنے کا بھی اصرار کیا گیا۔ چنانچہ میں نے مسیحوں کے وُہ اعتراضات جو مجھ پر مناظروں میں کئے گئے اور علاوہ ازیں بھی جو عموماً اہلِ اسلام پر کئے جاتے ہیں۔ جمع کر کے اپنی علمی لبساط کے مطابق جوابات لکھ دیئے۔ اہلِ دانش و بینش فضلاء طبقہ سے گذارش ہے کہ وُہ میرے جوابات کو حق و درست پائیں تو دعاءِ خیر سے نوازیں۔ اگر کمی محسوس فرمائیں تو آگاہ فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں۔ اِس تصیح کو میرے ایڈیشن میں شامل کر دیا جائے گا۔

کوشش یہ کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ حوالہ جات توریت، زبور، اناجیل سے ہی دیئے جائیں، حوالہ اس طرح نکالیں کتاب کے آگے خط کے اوپر کا نمبر باب ہوگا۔ اور نیچے کا آیت نمبر مثلاً متی ۱۲/۱۲ "پس آدمی کی قدر تو بھیڑ سے بہت ہی زیادہ ہے"۔ اَب انجیل کے بارھویں باب کی بارھویں آیت دیکھیں حوالہ مِل جائے گا۔ اِس تالیف سے میرا مقصد کسی کی دِل آزاری نہیں بلکہ محض اور محض تبلیغ اِسلام ہے۔

خداوندِ قدوس قبول فرمائے۔ آمین

فہرست مضامین

تمہید

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہٗ

اللہ جل مجدہ کی حمدوثنا اور حضور نبی کریم رسول اطہر حبیب انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہدیۂ درود وسلام کے بعد" علماء اسلام نے جس محنت تندہی ہمت وجرأت سے فریضہ تبلیغ کو ادا کیا وہ ارباب بصیرت سے مخفی نہیں۔ فضلاء واصفیاء کا یہ محبوب مشغلہ رہا کہ زندگی بھر تبلیغ اسلام میں مصروف رہے۔ جلا وطنی گوارہ کی سزائیں گوارہ کیں، ظلم وستم سہے رنج والم اٹھائے، آلام ومصائب کو دیکھ کر گھبرا نہ گئے بلکہ مرحبا کہہ کر استقبال کیا، جانِ جہاں شہنشاہ کائنات سے لیکر عہد صحابہ اور تابعین تبع تابعین سے لیکر آج تک اہل حق نے اس فریضہ تبلیغ میں کوتاہی نہیں کی۔ دنیا بھر کے ادیان ومذاہب میں صرف دین اسلام ہی تبلیغی مذہب ہے۔ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی تمام اقوام عالم میں تبلیغ فرمائی۔ چونکہ تمام انبیاء مرسلین کسی نہ کسی گروہ قبیلہ، جماعت کی طرف مبعوث ہوئے مگر ہمارے آقا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے لئے، دیگر انبیاء کرام کا حلقہ تبلیغ محدود تھا۔ دینی طور پر وہ اس حلقہ سے باہر تبلیغ نہ فرماتے تھے لیکن ہمارے رسولِ اطہر نہ صرف تمام نسل انسانی بلکہ تمام کائنات ومخلوق الہٰی کے لئے مبلغ بن کر جلوہ فرما ہوئے۔ "اُرسلتُ الی الخلق کافۃ" (مسلم شریف) اسی حکم کے مطابق عجمی، عربی، ہندی اور سندھی وغیرہ ہر ایک کو دعوتِ اسلام دی۔ ۶ھ میں حضور علیہ السلام نے امراء وسلاطین، قیصر وکسریٰ کے نام مراسلات بھیجے۔ تاریخ اسلام میں ان مراسلات کا ذکر موجود ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فریضہ تبلیغ کو کماحقہ ادا فرمایا اور اپنے خدام وغلامان کو حکم فرمایا۔ "بلغوا عنی ولو آیۃ" میری طرف سے تبلیغ کرو خواہ آیۃ ہو۔ اسی حکم کے مطابق صحابہ تابعین آئمہ کرام، مجتہدین عظام، مفسرین، محدث، غوث، قطب ابدال صلحاء امت اپنے اپنے مقدور کے مطابق تبلیغ فرماتے چلے آئے۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں دراصل تبلیغ نہ تھی نہ ہے۔ اس لئے کہ ان کے راہنماؤں کی

یہ تعلیم ہی نہیں کہ غیر اقوام میں تبلیغ کی جائے۔

۱۔ جین مت

اپنے علاوہ دوسروں میں تبلیغ کرنا گناہ سمجھتا ہے۔

۲۔ ہندو مت

کی تعلیم ہے کہ غیر شخص وید نہیں سُن سکتا اور نہ غیر میں پرچار کیا جاسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہندو مذہب صرف ہندوستان میں محصور ہو کر رہ گیا۔

انگریز کی حکومت میں جب مشن نے سیاسی چال کے پیشِ نظر عیسائیت کی تبلیغ شروع کی اور مختلف قسم کے لالچ دیکر ہندوؤں کو عیسائی بنانا شروع کیا ادھر دوسری طرف ہندو نوجوان صداقت وحقانیت اسلام دیکھ مسلمان ہونا شروع ہوئے تو ہندوؤں کے راہنما دیانند سرسوتی نے ہندو مت کی تعلیم کو پسِ پشت ڈال کر اسلامی تبلیغ کی دیکھا دیکھی ہندو مذہب کی تبلیغ کی داغ بیل ڈالی اس تحریک کا نام آریہ مت رکھا۔

۳۔ بُدھ مذہب

شاکیا مُنی گوتم کا بنا کردہ ہے اس میں بھی تبلیغ نہ تھی جب اس میں حکومت نے سیاسی چال اختیار کی تو قرب وجوار کے علاقوں میں اپنا اثر پھیلا دیا۔

۴۔ یہودی مذہب

صرف اسرائیلی قوم میں ہے۔ دوسروں میں تبلیغ کرنا ان کے ہاں بھی جائز نہیں۔

۵۔ عیسائیت

بھی تبلیغی مذہب نہیں، سرکار عیسیٰ علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔ کہ میں صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ "ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل"

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ متی ۱۵/۲۴"

یہی وجہ ہے کہ جب سرکار عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارہ حواریوں کو تبلیغ کا حکم دیا تو فرمایا "غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ متی ۱۰/۵،۶"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے واضح احکام کے ہوتے ہوئے عیسائی صاحبان اپنے پیغمبر داور

بزعم خویش خدا، کی تعلیم کی مخالفت میں تبلیغی مشن کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور کب سے اختیار کیا ہے چھٹی صدی ہجری میں جب اسلام یورپ میں کثرت سے پھیلنے لگا تو پوپوں نے امراء وسلاطین کو جمع کیا اور درد بھرے انداز میں تقریر کرتے ہوئے کہا اگر یہی حال رہا تو تمام یورپ اسلام کی گود میں چلا جائے گا۔ اس لئے ہمیں سوچنا چاہیے کون سا طریقہ اختیار کریں جس سے ہماری حکومتیں عزت وقار قائم رہ سکیں، آخر فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی طرح ہمیں بھی تبلیغ کرنی چاہیئے۔ اس وقت سے نہ صرف تبلیغ شروع کی گئی بلکہ صلیبی جنگوں کی بھی بھرمار کر دی گئی۔ بالآخر فرزندان اسلام سے منہ کی کھاکر رہ گئے۔ اس وقت سے دوستی کے پردہ میں مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ان چند سطور سے واضح ہے کہ عیسائی اناجیل اربعہ کی تعلیم سے بالکل منحرف ہو چکے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ علامہ طنطاوی نے تفسیر الجواہر جلد دوم ص۱۲۱ میں ۳۵ انجیلوں کا ذکر کیا ہے۔ جو آج کل نظر انداز کی جا رہی ہیں۔

ذاتِ قدوس و ذوالجلال سے بصد ادب و نیاز التجا ہے کہ شہنشاہِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور زبدۃ الانبیاء، شیخ المشائخ حضور سیدنا بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وسیلہ سے ہم سب کے گناہ معاف فرمائے۔ تبلیغ اسلام کا شوق بخشے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ آمین چونکہ اسلام ہی تبلیغی مذہب ہے بریں بنا یہ فقیر راقم الحروف بھی اپنی بساط کے مطابق عرصہ بارہ[۱۲] سال سے صداقتِ اسلام اور تردید عیسائیت کے میدان میں تبلیغ کے لئے کمربستہ ہے۔ بارگاہِ ذوالجلال سے دعا ہے کہ قبول فرمائیے اور مزید خدمات کے لئے توفیق بخشے۔ آمین

ابو النصر عفا اللہ عنہ

مہتمم جامعہ فریدیہ منٹگمری (پاکستان)

وہ کون تھے؟

★ ـــــ وہ ازلی بدبخت تھے جنہوں نے عفیفہ مریم پر تہمت لگائی

★ ـــــ وہ ظالم تھے جنہوں نے شریعت کو لعنت کہا

★ ـــــ وہ مردود تھے جو خدا کے تجسم کے قائل ہوئے اور اسے بے وقوف بھی کہہ دیا۔ (معاذ اللہ)

★ ـــــ وہ انبیاء علیہم السلام کو معصوم نہ جاننے کے باعث گمراہ ہو گئے اور خدا کے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

★ ـــــ مسیح کو ملعون و گنہگار کہہ کر انہوں نے جہنم خرید لیا اور دُنیا میں ذلت و رسوائی مول لی۔

★ ـــــ نوحؑ، لوطؑ، سلیمانؑ، داؤدؑ، ہارون علیہم السلام پر اتہام بازی کے باعث وہ دائمی عذاب کے حق دار بنے۔

★ ـــــ آخرالزمان پیغمبر بشارت مسیح نبی اکرم علیہ السلام کی مخالفت کے باعث وہ ابدی نعمتوں سے محروم کر دیئے گئے۔
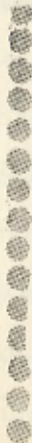
باب اوّل

وراثت ابراہیمی میں

عیسائی : ابراہیم علیہ السلام کے دین کی وارث اس کی اولاد ہی ہے۔ حقیقتاً دین ابراہیمی پر چلنے والے ہم مسیحی ہی ہیں۔ اور ابراہیم کی نسل اسحاق اور یعقوب ہی ہیں۔

مسلمان : واقعی دین ابراہیمی کی وارث آپ کی اولاد ہی ہے۔ بنو اسحاق ہوں یا بنو اسماعیل۔ بشرطیکہ یہودی عیسائی نہ ہوں۔ کیوں کہ ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اسلام تھا نہ کہ غیر۔ نیز آپ کی اولاد میں بنو اسماعیل شامل ہیں۔ بلکہ بنو اسماعیل بعض وجوہ سے بنو اسحاق پر بھی شرف رکھتے ہیں، مثلاً مکالمہ بالملئکہ :۔

"اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ اس لئے کہ خداوند نے تیرا دُکھ سُن لیا۔" (پیدائش ۱۶/۱۱)

تشریح : یہ شرف حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے لئے ہے۔ کہ فرشتہ سے گفتگو ہوتی تھی اور فرشتہ عموماً حاضری میں رہتا تھا۔"

"اور خداوند نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا۔ اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا، مت ڈر۔" (پیدائش ۲۱/۱۷)

تشریح : اس ورس سے بھی ظاہر ہے کہ فرشتہ ام اسمٰعیل کے ہاں حاضر ہوتا تھا۔

"اسمٰعیل علیہ السلام کا نام فرشتہ کے ذریعہ ان کی والدہ نے رکھا۔" (پیدائش ۱۶/۱۱)

اسحاق علیہ السلام کے لئے یہ شرف حاصل نہیں۔

اسمٰعیل علیہ السلام کے خطاب والقاب توراۃ میں قابلِ ذکر حسب ذیل ہیں :۔

" اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے آبرومند کروں گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اس سے بارہ سردار ہوں گے، اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔" (پیدائش ۱۷/۲۰)

بنو اسماعیل بنو اسحاق کے بھائی ہیں۔ یعنی ابراہیمی برکات میں پورے حق دار ہیں۔ اور

" اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا اس لئے کہ وہ تیری نسل سے ہے۔" (پیدائش ۲۱/۱۳)

تشریح: اس ورس سے ظاہر ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد برکاتِ ابراہیمی میں وارث ہے چونکہ نسل میں ہے۔ یہاں سیدہ ہاجرہؓ کے لئے لونڈی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ایک مستقل مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق آخر میں ایک مستقل فصل ہے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

" اور ابیجیل سے عماسا پیدا ہوا اور عماسا کا باپ اسماعیلی تھا۔ (تواریخ ۲/۱۷)

تشریح: معلوم ہوا کہ بعض اسحاقیوں کی بیٹیاں اسماعیلیوں کے گھر تھیں۔ پادری صاحب یہ ایک گہرا رشتہ ہے۔ غور فرمائیں:۔

مندرجہ حوالہ جات سے ثابت ہے کہ سیدہ ہاجرہؓ کی فضیلت سیدہ سارہؓ پر ہے۔ کسی مقام سے سیدہ سارہؓ اور اسحاق علیہ السلام کی فضیلت سیدہ ہاجرہؓ اور اسماعیل علیہ السلام پر ثابت نہیں بلکہ دونوں بھائی ہر مقام پر ساتھ ساتھ ہیں۔

" اور اس کے بیٹے اسحاق اور اسماعیل نے مکفیلہ کی غار میں جو ممرے کے سامنے حتی صحر کے بیٹے عفرون کے کھیت میں ہے اسے دفن کیا۔" (پیدائش ۲۵/۹)

تشریح: معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تجہیز و تکفین میں دونوں بھائی برابر کے شریک تھے۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ملک شام دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ملک عرب دیا۔ آپ وہیں رہے اور بڑھے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کو آلِ ابراہیم سے خارج سمجھا جائے؟ اور برخلاف توراۃ کے پولوس کے قول۔ اگلاتی ۴/۲۵ کا اتباع کیا جائے۔"

عیسائی: بنی اسرائیل ہی اسلام کے حقیقی وارث ہیں۔ سورۃ انبیاء میں ہے:۔

"ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق بیٹا اور یعقوب پوتا بخشا اور ہم نے اعلیٰ درجہ کا نیک بنایا۔"
قرآن نے اسماعیل کو ابراہیم کی نسل سے ہی خارج کر دیا اور اسلام کا وارث نہیں مانا۔ بلکہ صرف اسحاق اور یعقوب کی نسل گردانی گئی۔

مسلمان: پادری صاحب! آپ نے کس قدر تعصب اور تجاہل سے کام لیا ہے۔ قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں۔ قرآن حکیم ہی فرماتا ہے:-

"وُہ رسول تھے، نبی تھے، صادق تھے، نماز روزہ کے آمر و عامل، خدا کے ہاں پسندیدہ تھے۔ ان کی طرف وحی آتی تھی۔ ان پر خدا کی کتاب اتری، وُہ عہدِ الٰہی میں اپنے باپ ابراہیمؑ کے شریک تھے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے وقت اپنے باپ کے بازو تھے۔ وُہ اخیار سے تھے۔ وُہ ہی ذبیح تھے۔ وُہ صابر تھے، وہ رحیم تھے۔ وہ صالح تھے۔ (آیاتِ قرآنیہ)

عیسائی: باقی تو کسی حد تک مان لیا جا سکتا ہے۔ مگر آپ نے جو یہ کہا ہے کہ وہی ذبیح تھے، یہ تو صریح غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ مسلمان کی شان نہیں کہ ایسی بے دلیل بات منہ سے نکالے۔

مسلمان: آپ اس موضوع کو ٹھنڈے دل سے سنیئے۔ انشاء اللہ یقیناً مان جائیں گے۔ میں اپنی ہر دلیل کا پورا پورا ذمہ وار ہوں اور بائبل سے ثابت کروں گا کہ ذبیح اسماعیلؑ ہی ہیں نہ کہ اسحاقؑ۔

اسماعیل علیہ السلام کے خطبات واقعات توراۃ میں قابل الذکر حسب ذیل ہیں:

"مبارک، برومند، صاحب ترقی وکثرہ، ابو القوم العظیمہ (پیدائش ۱۷/۲۰)

باب دوم

ذبیح اللہ کون ہیں ـــــ؟

عیسائی : قرآن بیان کرتا ہے کہ :

"ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسحاقؑ کی قربانی دی تھی"

اور یہی مضمون بائبل کے بے شمار مقامات سے ثابت ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کا اسماعیلؑ کو ذبیح ماننا قرآن اور بائیبل دونوں سے انکار کرتا ہے"۔

مسلمان : پادری صاحب! آپ نے تو لفظی معنوی تحریف کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ چوں کہ آپ بائبل پر ان ہر دونوں صورتوں سے اچھی طرح مشق کر چکے ہیں۔ قرآن کریم کو لفظاً تو آپ بگاڑ ہی نہیں سکتے معناً ہی سہی۔ مگر خدامِ اسلام کے ہاں آپ کی چالاکیاں بیتِ عنکبوتؓ سے زیادہ قوت نہیں رکھتیں، مانا کہ یہ مسئلہ اہل اسلام اور یہود و نصاریٰ کے ہاں مختلف فیہ ہے۔ لیکن قرآن حکیم سے یہ تصریح نہیں ملتی کہ ذبیح اسحاق ہیں۔ قرآن کریم نے چونکہ ذبیح کا نام نہیں بتایا، لہٰذا اختلاف پڑ گیا۔ بعض نے حسبِ اتباعِ روایات اہل کتاب حضرت اسحاقؑ مان لئے اور اکثر نے حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ قرآن حکیم کا ذبیح کے ذکر کے بعد اسحاق علیہ السلام کا جُدا ذکر کرنا صاف دلالت کرتا ہے، کہ ذبیح غیر از اسحاق ہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو لڑکوں کی بشارت دی گئی ہے ایک مبشر کا لقب "علیم" سیدہ سارہ رضہ کا لڑکا، دوسرے مبشر کا لقب "حلیم" یہ سیدہ ہاجرہ رضہ کا لڑکا۔ قصہ ذبح میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو پہلے ذکر فرمایا اور بعد میں سیدنا اسحاق علیہ السلام کیوں کہ اسماعیل علیہ السلام اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں۔

جواب۔ بائیبل نے ہی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قربانی اکلوتے بیٹے کی ہوئی۔

"خداوند فرماتا ہے چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا، اس لئے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ (پیدائش ۲۲/۱۶)

"اور جب ابراہام سے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابراہام کی عمر چھیاسی (۸۶) برس کی تھی۔ (پیدائش ۱۶/۱۶)

"اور اس کا بیٹا اضحاق اس سے پیدا ہوا تو ابراہیم سو برس کا تھا۔ (پیدائش ۲۱/۲۵)

مؤخر الذکر دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سیدنا اسماعیلؑ اسحاقؑ سے چودہ برس بڑے اور اکلوتے ہیں۔ پیدائش ۲۲/۱۶ میں واضح ہے۔ کہ قربانی اکلوتے کی ہوئی۔

جوابِ ۲ : بائیبل میں ذبیح کے قصہ میں لکھا ہے :

"اور تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی۔ اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی۔" (پیدائش ۲۲/۱۷)

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ بنی اسرائیل ہمیشہ دشمنوں سے مرعوب اور مغلوب ہی رہے۔ فرعون نے عذاب میں رکھا۔ فقح بن رملیا نے ایک لاکھ بائیس ہزار اسرائیلی قتل کئے (۲ تواریخ ۲۸/۶)

بخت نصر نے توراۃ جلادی، بیت المقدس خراب کیا۔

طیطس نے یروشلم کا ہر مرد عورت قتل کیا، حتیٰ کہ تیس لاکھ اسرائیلی تباہ کئے۔ اسی طرح وقیانوس نے کئی قتل کئے۔ تیس یا زیادہ بادشاہ ہوئے جنہوں نے بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ مگر بحمداللہ قوم اسمٰعیل ہمیشہ غیر اقوام پر غالب رہے اور ہر مقام پر قدرت نے فتح عظیم سے نوازا۔ ذرا تاریخ اُٹھا کر مندرجہ ذیل جنگوں کے حالات پڑھیے۔ اسماعیلیوں اور اسرائیلیوں کی قوت کا اندازہ جنگ ذات السلاسل، جنگ قارن، جنگ لیس، فتح خیبر، فتح حیرہ، فتح انبار، فتح عین، التمر، فتح دومۃ الجندل، جنگ حصید، جنگ فراض، جنگ یرموک، فتح دمشق، جنگ فحل، فتح کسکر، جنگ بویب جنگ قادسیہ وغیرہ۔

اسماعیلیوں کی آپس میں لڑائی ہوتی تو بعض کو دوسرے پر غلبہ ہو جاتا۔ لیکن غیر ان پر غالب نہیں ہوا۔ تو ذبیح کی نسلِ موعود اسمٰعیل ہی ہوئے۔ اور ذبیح اسماعیل ٹھہرے۔

جوابِ ۳ :۔ ذبح کے نشانات مکہ میں ہی پائے جاتے ہیں۔ بائیبل میں ہے :۔ کہ "واقع ذبح موریاہ کے مقام پر ہوا۔" جس کو بلفظ دیگر مروہ کہتے ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد مقدس

بھی ہے :- ان الکبش الذی نزل علی ابراھیم فی ھذا المکان (درمنثور ج۱ ص۲۸۴)
نیز تواریخ واحادیث سے بھی ثابت ہے کہ اس مینڈھے کے سینگ تا زمانہ فتح مکہ کعبہ میں موجود تھے۔
معلوم ہوا کہ مقام ذبح مکہ کے قریب ہی ہے۔
جواب ۲: پادری صاحب! قربانی کی رسم صاف دال ہے کہ وہ مذبح مکہ ہی تھا۔ کیوں کہ اور کوئی
مذبح ابراہیمی معتین ہی نہیں، جہاں سال بسال قربانیاں جمع ہوتی ہوں۔ (یا فرئیے)
جواب ۳: یسعیاہ ۶۰/۶ مدعیان اور عیفار کی سانڈنیاں آکر تیرے گرد بے شمار ہوں گی، قیدار کی
سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نیا بوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے
وہ میرے مذبح پر مقبول ہوں گے۔ اور میں اپنے شوکت کے گھر کو جلال بخشوں گا۔"
اور توراۃ سے یہ ظاہر ہے مدیان، عیفان اسماعیل علیہ السلام کے بھائی نبایوت اور قیدار اسماعیل
علیہ السلام کی اولاد ہے جو بڑھ کر قبیلے بن گئے اور قربانی کے وقت مکہ میں جمع ہوتے ہیں۔
شوکت کے گھر یعنی بیت الحرام جو کعبہ شریف کا نام ہے یہ مضمون بھی دلیل ہے کہ ذبیح اسماعیل
علیہ السلام تھے جن کی یادگار ان کی اولاد واخوان میں آج تک جاری ہے۔
جواب ۴: یہ قصہ مقام موریاہ میں ہوا ہے۔ جیسے پیدائش ۲۲/۲ سے ظاہر ہے اور موریاہ مروہ ہی کو کہتے ہیں۔
جو کہ مکہ میں پہاڑی ہے۔
عیسائی: جب صحیح معنیٰ میں اسلام یہود ونصاریٰ ہی میں ہے تو ذبیح اسماعیل کیسے ہو گئے۔ کیا سورۃ
مائدہ میں ہم سے خدا تعالےٰ نے وعدہ نہیں کیا،
وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ۔
نیز حکم ہے :-
وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا
مُسْلِمُوْنَ۔
یہود بر بنا آیت مقدم اور عیسائی بوجہ موخر کے مسلمان ہیں۔ لہذا ہمارا دعوے کہ ذبیح اسحاق
ہیں۔ درست ہوا۔
مسلمان: بے شک اگر اسلام سے مراد عیسائیت یا یہودیت ہے تو جس طرح یہ دونوں مذاہب ایک

دوسرے سے خارج ہیں۔ اسی طرح اسماعیلی ہر دو سے علیحدہ۔ اگر اسلام سے مُراد وہ اسلام ہے، جو قرآن مجید میں ہے۔ تو وُہ اسماعیلیوں کی عین روح ہے۔

اب او. ئی. اے تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید نے ہر دو مذاہب کی تردید کی ہے یا نہیں؟

قرآن کریم نے تمہارے اندرونی خلفشار، فتن اور فسادات کو ظاہر فرمایا ہے۔ نیز یہودیت تو خدا کو تب پسند ہوتی جب یہودی نماز پڑھتے، زکوٰۃ دیتے اللہ کے رسولوں پر ایمان لاتے۔ کیوں کہ آیت کریمہ میں ان تینوں کا ذکر ہے۔ مگر انہوں نے ان تینوں کلموں کی خلاف ورزی کی۔ پہلے دونوں کلموں کو پس پشت ڈالا اور تیسرے کلمہ کو بجائے ایمان لانے کے قتل کیا۔ لہٰذا یہودیت مردود۔ اگر عیسائیت اسلام کی دعویدار ہے تو جس کتاب مجید سے اپنے مسلمان ہونے کی دلیل پیش کر رہی ہے۔ اس سے انکار کیا؟ اس کے ماننے والوں سے عداوت کیسی؟ اس ارفع و اعلیٰ کتاب کے لانے والے سے دشمنی کیسی؟ اس ذاتِ والا صفات پر اعتراضات کیوں؟ پادری صاحب تعجب ہے۔ حضرتِ اسحاقؑ کو ذبیح ثابت کرنے کے لئے یہودیوں سے بھی تعلق جوڑنا پڑا اور ذاتِ مسیح سے عداوت کرنی پڑی، کیا مسیح کو صلیب دینے والے (بزعم شما) یہودی نہیں؟ کیا مسیح علیہ السلام نے انہیں ظالم اور بھیڑیئے کے لفظوں سے یاد نہیں کیا؟ ہاں مثل مشہور ہے۔ مرتا کیا نہ کرتا۔

باب سوم

ردِّ الوہیت و ابن اللّٰہیت مسیح میں

عیسائی: مسیح کلمۃ اللہ ہے، ابن اللہ ہے، رسولوں اور نبیوں نے مسیح کو اس لئے مانا کہ وُہ کلمہ خدا تھا۔ اور خدا نے اپنے کلام میں فرمایا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

"اور دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔" (متی ۳/۱۷)

"وُہ یہ کہہ رہا تھا کہ دیکھو ایک نورانی بادل نے اُن پر سایہ کر لیا اور اس بادل میں سے آواز آئی کہ یہ میرا بیٹا پیارا ہے جس سے میں خوش ہوں، اس کی سنو۔ (متی ۱۷/۵)

لہٰذا ثابت ہوا کہ مسیح ابن اللہ ہے۔

مسلمان: بے شک آپ کلمۃ اللہ ہیں۔ مگر اس میں وُہ کون سی فضیلت ہے جس کا کسی دوسرے میں پایا جانا محال ہے۔ فرشتوں نے عرض کی یا الٰہ العالمین ہم کو بنی آدم سے زیادہ درجے عطا فرما۔ ارشاد ہوا۔ تم صرف کلمہ کُن سے پیدا ہوئے ہو اور انسان کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ (طبرانی) نیز عالم امر کے وجود کا تعلق کلمہ کُن سے ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے: اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ "جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے، کُن فرماتا ہے پس وُہ ہو جاتی ہے"

وُہ شے عالم امر سے متعلق ہویا خلق سے۔

رہا آپ لوگوں کا یہ عقیدہ:

"کہ ابتداء میں کلام تھا اور کلام خُدا کے ساتھ تھا اور کلام خُدا تھا" (یوحنا ۱/۱)

"وُہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خُدا سے پیدا ہوا اور کلام مجسم ہوا اور فضل وسچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا۔ (یوحنا ۱/۱۳، ۱۴)

میں اس پہیلی کے سمجھنے سے قاصر ہوں۔ چوٹی کے پادری صاحبان سے بھی گفتگو کا موقعہ ملا۔ مگر میری تسلی آج تک کوئی نہ کر سکا۔ اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ:

"خدا کا کلام مجسم ہوا اور اس کا نام مسیح علیہ السلام رکھا گیا"

تو کیا مسیح علیہ السلام کے پیدا ہونے کے بعد خُدا میں صفت کلام ختم ہو گئی اور کلام نہ رہا؟ اگر مسیح واقعی ہی کلام خُدا ہے۔ تو اس فقرہ کا کیا مطلب ہے جو مسیح نے فرمایا تھا:

"جو کلام تم سنتے ہو وُہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے" (یوحنا ۱۴/۲۴)

نیز یہ کس نے کہا تھا:

"ایلی ایلی لما شبقتنی، یعنی اے میرا خُدا اے میرا خُدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" (متی ۲۷/۴۶)

کلام خُدا نے یہ بھی کہا:

"یسوع نے جواب دیا کہ میری بادشاہی اس دُنیا کی نہیں اگر میری بادشاہی دُنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالے نہ کیا جاتا۔" (یوحنا ۱۸/۳۶)

جب مسیح کلامِ خدا ہے تو معلوم ہوا کہ متکلم کوئی اَور ہے (اور وہ خدا ہوا) تو گویا خدا نے کسی دوسرے خدا کو کہا:

"اے میرے خدا۔ اے میرے خدا"

اور دنیا پر اپنی بادشاہی کا بھی انکار کیا اور اپنے پر یہودیوں کی قوت کا بھی اعتراف کیا (ماشاء اللہ)

عیسائی: خدا نے اپنے کلام میں فرمایا ہے کہ:

"تو میرا بیٹا ہے۔" (متی ۳/۱۷)

مسلمان: جب مسیح کلام تھا یا خود خدا تو گویا خدا نے خدا کے ساتھ خدا کو آواز دی کہ "تو میرا بیٹا ہے"۔ نیز گذارش ہے کہ خدا کے بیٹے ہونے میں حسب اصطلاح بائیبل مسیح علیہ السلام ممتاز نہیں ہیں۔ بلکہ بائیبل مقدس نے تو تمام انبیاء کو خدا کے بیٹے قرار دیا بلکہ تمام مرد و زن اس کے بیٹے بیٹیاں ہیں۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں:۔

"آدم خدا کا بیٹا" (لوقا ۳/۳۸)

بیٹے تو الگ رہے۔ بائیبل مقدس نے تو خدا کے پوتے پوتیاں بھی ثابت کر دیئے ہیں۔

"ان دنوں زمین پر جبار تھے اور بعد میں جب خدا کے بیٹے انسان کی بیٹیوں کے پاس گئے تو ان کے لئے ان سے اولاد ہوئی۔" (پیدائش ۶/۴)

"یعقوب علیہ السلام خدا کا پہلا بیٹا۔ اور تو فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے۔ کہ اسرائیل میرا بیٹا، بلکہ پہلوٹا ہے۔" (خروج ۴/۲۲)

افرائیم خدا کا بیٹا:۔

"وہ روتے اور مناجات کرتے ہوئے آئیں گے۔ میں ان کی رہبری کروں گا۔ میں ان کو پانی کی ندیوں کی طرف راہِ راست پر چلاؤں گا۔ جس میں وہ ٹھوکر نہ کھائیں گے کیونکہ میں اسرائیل کا باپ ہوں۔ اور افرائیم میرا پہلوٹا ہے۔" (یرمیاہ ۳۱/۹)

داؤد خدا کا بیٹا:۔

"وہ مجھے پکار کر کہے گا تو میرا باپ، میرا خدا اور میری نجات کی چٹان ہے۔ میں اس کو اپنا پہلوٹھا بناؤں گا۔" (زبور ۸۹/۲۶)

سلیمان خدا کا بیٹا:۔

"وہی میرے نام کے لئے ایک گھر بنائے گا۔ وہ میرا بیٹا ہوگا اور میں اس کا باپ ہوں گا۔" (تواریخ ۲۲/۱۰)

کیا وجہ ہے کہ ان حضرات کو مسیح کی طرح خدا کے بیٹے نہیں مانتے یا تو ان سب کو مسیح کی طرح مانو یا مسیح کو ان سب کی طرح۔ پادری صاحب! یہ بھی فرمایئے۔ جہاں جہاں بائیبل نے اللہ کے ہاں بیٹا ہونے سے انکار کیا ہے وہ آیات آپ کیسے پڑھتے ہیں۔ مسیح نے اپنی زبان سے متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"میں ابن آدم ہوں خدا نہیں۔"

"یسوع نے ...... نے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں مگر ایک خدا۔" (لوقا ۱۸/۱۹)

اس حوالہ سے ثابت ہوا مسیح خدا نہ تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پاک لوگوں نے مسیح کو خدا اور ابن خدا نہیں کہا بلکہ ناپاک لوگوں نے کہا:۔

"اور ناپاک روحیں جب اسے دیکھتی تھیں اس کے آگے گر پڑتی اور پکار کر کہتی تھیں کہ تو خدا کا بیٹا ہے۔" (لوقا ۳/۱۱،۱۲)

اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا:

"لیکن اس لئے کہ تم جانو کہ ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔" (مرقس ۲/۱۰)

"اور یہ روحیں چلا کر یہ کہہ کر کہ تو خدا کا بیٹا ہے بہتوں سے نکل گئیں۔" (لوقا ۴/۴۱)

پطرس نے مسیح خداوند کہا۔ اور مسیح نے اس فقرے کے جواب میں شیطان فرمایا۔

"اس پر پطرس اس کو الگ لیجا کر ملامت کرنے لگا۔ اے خداوند خدا نہ کرے یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا۔ اس نے پھر پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔" (متی ۱۶/۲۲)

اپنے آپکو ابن آدم فرمایا:۔

"یسوع نے اس سے کہا تو نے خود کہہ دیا بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد ابن کو قادر مطلق کی داہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔" (متی ۲۶/۶۴)

تشریح : یہ اس سردار کاہن کے جواب میں مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا جس نے قسم دے کر پوچھا تھا کہ تو خدا کا بیٹا ہے تو بتا دے تو آپ نے فرمایا کہ " تو نے خود کہدیا " مگر میں یہ کہتا ہوں کہ میں ابن آدم ہوں۔
جب وُہ قسم دے کر پوچھ رہا تھا تو کونسی چیز تھی جو مسیح کو سچ کہنے سے مانع بن رہی تھی۔ آپ نے یقیناً سچ فرمایا کہ میں ابن آدم ہوں اور نہ ہی کسی پیغمبر کی شان ہے کہ کذب بیانی سے کام لے۔

پادری صاحب اس مسئلہ پر میں نے بائبل کے متعدد مقامات پڑھے مگر بائبل نے یہ کہیں بھی نہیں بتایا کہ فلاں سبب سے مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ کہیں تو یہ ہے کہ

" مسیح اس لئے خدُا کا بیٹا ہے کہ خدُا نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ (یوحنا ۱/۱ ، ۱/۱۴)

دوسرے مقام پر یوں ہے :۔

" اَور اب اے باپ تو اس جلال سے جو میں دُنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ مجھے اپنے ساتھ جلالی بنا دے " (یوحنا ۱۷/۵ ، ۱۷/۲۴)

کہیں یوں ہے کہ مسیح اپنی معجزانہ زندگی کے باعث خدا کا بیٹا ہے۔

" اے مریم خوف نہ کر کیوں کہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اَور دیکھ تو حاملہ ہوگی ، اَور تیرے بیٹا ہوگا ، اَور خدُا کا بیٹا کہلائے گا " (لوقا ۱/۳۰ تا ۳۴)

تیسرے مقام پر یوں ہے کہ مسیح اپنی پاکیزہ زندگی کے باعث خدُا کا بیٹا ہے۔

" اَور جب وُہ بارہ برس کا ہوُا تو وہ عید کے دستور کے موافق یروشلم کو گئے " (لوقا ۲/۴۱)

چوتھے مقام پر یوں ہے کہ مسیح آزمائشوں پر غالب آنے کے بعد خدُا کا بیٹا ہے۔

" اس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گیا تا کہ ابلیس سے آزمایا جائے " متی ۴/۱)

چنانچہ دو مرتبہ آزمائش ہوئی۔ جیسا کہ متی کے اسی باب میں مفہوماً اَور متی ۱۶/۲۲، ۲۳ اَور متی ۱۵/۵ میں بھی درج ہے۔

چھٹے مقام پر یوں ہے کہ مسیح نے کشتی کو ڈوبنے سے بچایا اس سبب سے وُہ خدُا کا بیٹا ہے۔

" اَور جب وہ کشتی پر چڑھ آئے تو ہوا تھم گئی۔ اَور جو کشتی پر تھے انہوں نے اسے سجدہ کیا۔ اَور کہا یقیناً تو خدُا کا بیٹا ہے۔ (متی ۱۴/۳۲)

ساتویں مقام پر ہے مسیح اپنی بے گناہی کے سبب خدُا کا بیٹا ہے۔ (یوحنا ۸/۴۶)

یہ مختصر حوالہ جات تو اختلاف بیت پر تھے اب خود ذاتِ مسیح کے متعلق بغور سے سُنیں۔

"میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کرتا جیسا سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں" (یوحنا ۵/۳۰)

تشریح: معلوم ہوا کہ مسیح کسی اور ذات کا محتاج ہے۔ اور جو محتاج ہو وہ اللہ اور خالق نہیں ہو سکتا۔

"بلکہ اسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا اس لئے کہ وہ آدم زاد ہے" یوحنا ۵/۲۷)

تشریح: اس آیت سے پتہ چلا کہ مسیح آدم زاد ہے۔ اور یقیناً ابن مریم ہے۔

"یسوع مسیح بن داؤد بن ابراہام کا نسب نامہ" متی ۱/۱)

پتہ چلا کہ مسیح ابن داؤد ہے یہی متی ۱/۱۸ تا ۲۲ آیات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح یوسف کا بیٹا ہے۔ مریم کا بیٹا ہے۔

"پس جب ہمارا ایک ایسا بڑا سردار کاہن ہے۔ جو آسمانوں سے گزر گیا یعنی خدا کا بیٹا یسوع"

(عبرانیون ۴/۱۴)

تشریح: اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔

"وہ ایک مقدس ہوگا لیکن اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لئے صدمہ اور ٹھوکر کا پتھر اور یروشلم کے باشندوں کے لئے پھندا اور دام ہوگا" (یسعیاہ ۸/۱۴)

تشریح: اس درس سے ظاہر ہے کہ مسیح کو ٹھوکر اور پتھر، دام اور پھندا کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

"یہ ہمارے خدا کی عین رحمت سے ہوگا جس کے سبب سے عالم بالا کا آفتاب ہم پر طلوع کرے گا" (لوقا ۱/۷۸)

تشریح: اس درس سے نمایاں ہے کہ مسیح آفتاب ہے۔

"بلکہ ایک بے عیب اور بے داغ برّے یعنی مسیح کے بیش قیمت خون سے" (۱پطرس ۱/۱۹)

تشریح: اس درس سے واضح ہے کہ مسیح برّہ (یعنی قربانی کا جانور) ہے۔ (معاذ اللہ)

"انگور کا حقیقی درخت میں ہوں۔ اور میرا باپ باغبان ہے" (یوحنا ۱۵/۱)

تشریح: اس درخت سے نمایاں ہے کہ مسیح انگور کا درخت ہے۔

"میں شارون کی نرگس اور وادیوں کی سوسن ہوں" (غزل الغزلات ۲/۱)

تشریح: اس ورس نے بتایا کہ مسیح نرگس بھی ہے اور سوسن بھی۔

"کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ہے۔ یعنی مسیح خداوند" (لوقا ۲/۱۱)

تشریح: اس ورس نے بتایا کہ مسیح نجات دینے والا ہے۔

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلیتون ۳/۱۳)

تشریح: اس ورس نے بتایا کہ مسیح لعنتی ہے (معاذ اللہ) شریعت کو لعنت کہا ہے اور دین کے بانی کو لعنتی (معاذ اللہ) تو اس کے ماننے والے کیسے ایمان دار ہو گئے۔ بلکہ وہ ڈبل سے ڈبل بے ایمان ہو گئے۔ پادری صاحب! سو تو نہیں گئے۔ ہوش سے بیٹھئے، نیند آ رہی ہے کیا بات ہے؟ جب مسیح لوگ ایک ذات مسیح میں اتنی متضاد و متناقض کیفیتیں بیان کریں تو عقل ہنس کر کہے گی۔ یہ خبط تم میں اس وقت آئے جب سے تم نے مجھے چھوڑا۔ نیز مسیح کا عابد ہونا اپنے خالق کے سامنے جھکنا اس سے دُعائیں مانگنا، بائیبل کے بے شمار مقامات سے ثابت ہے۔

"پھر ذرا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یوں دُعا کی۔ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔" (متی ۲۶/۳۹)

تشریح: معلوم ہوا مسیح ساجد تھا، کسی اور ذات سے دعائیں مانگتا تھا۔

"اے آسمان و زمین کے خداوند میں تیری حمد کرتا ہوں۔" (متی ۱۱/۲۵)

تشریح: مسیح حامد ہے اور آسمانوں زمینوں کا پیدا کرنے والا محمود ہے۔

"اے باپ میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو اسے میرے باپ کے گھر بھیج۔" (لوقا ۱۶/۲۷)

تشریح: اس سے ظاہر ہے کہ مسیح منتیں بھی کرتا تھا۔ اس ورس میں دو باپوں کا ذکر خدا جانے کیا معاملہ ہے؟ اگر یہ کلام مرقس کی طرف منسوب ہو تو بھی غلط ہے کہ مسیح بیٹا ہے نہ کہ باپ، شاید کوئی آپ جیسا فاضل پادری اس گتھی اور گورکھ دھندے کو سلجھا سکے۔ ہاں فرمایئے؟

عیسائی: مسیح کے خدا اور الٰہ ہونے پر کتاب مقدس کی یہ دلیل کافی ہے۔ بشرطیکہ محمدیوں میں انصاف ہو:۔

"لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے۔ یعنی باپ جس کی طرف سے سب چیزیں ہیں

اور ہم اسی کے لئے ہیں اور ایک ہی خداوند ہے۔ یعنی یسوع مسیح " (۱ کرنتھیوں ۸/۹)

مولوی صاحب ! دیکھئے اس ورس میں مسیح کے لئے خداوند کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

مسلمان : پادری صاحب ! آپ بائیبل کی اصطلاح سے بالکل ناواقف ہیں ورنہ یہ کمزور سا اعتراض نہ کرتے۔ بائیبل کی اصطلاح کے لحاظ سے خدا کا لفظ خالقِ کل جل جلالہٗ کے لئے مستعمل ہے۔ خداوند کا لفظ عام ہے اللہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اور بزرگ نبی رسول کے لئے بھی۔ اسی طرح الٰہ کا لفظ بھی خدا کے علاوہ رسولوں، نبیوں پر یہود و نصاریٰ بھی بولتے ہیں۔ لکھا ہے۔

" اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو، آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔" (ملاکی ۳/۱)

تشریح : اس ورس سے صاف ظاہر کہ خداوند سے مراد عہد کا رسول ہے۔

دوسری جگہ پر ہے :۔

" خداوند بہادر کی مانند نکلے گا، وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ نعرہ ماریگا ہاں وہ للکارے گا۔" (یسعیاہ ۴۲/۱۳)

تشریح : اِس ورس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ خداوند سے مراد خدا خالق مطلق نہیں بلکہ کوئی اس کا پسندیدہ نبی ہے۔ ورنہ کہنا پڑے گا۔ خدا اکھاڑے کا اچھا خاصہ پہلوان بھی ہے، فوجی بھی ہے۔ للکاری اور نعرہ باز بھی ہے۔ (معاذ اللہ)

تیسری جگہ پر یوں لکھا ہے :۔

" خداوند کی جماعت میں خداوند مقصود ہے۔ وہ انہوں کے درمیان عدالت کرتا ہے " (زبور ۸۲/۱)

تشریح : معلوم ہوا کہ الٰہ اور خداوند کا لفظ رسولوں پر استعمال ہوا ہے۔

چوتھی جگہ پر یوں ہے :

" اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند " (مکاشفہ ۱۹/۱۶)

تشریح :۔ معلوم ہوا خداوند کے لفظ کا استعمال رسول پر ہوا ہے۔ ورنہ بے شمار خالق ماننو۔ ایسے ہی اور بھی حوالہ جات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ آپ لوگ اپنی کج فہمی کے باعث مسیح کو خدا کا اور

خداوند بھی الٰہ بھی اور معبود خالق۔ غرضیکہ ہر صفت خدا کا حامل مانتے ہو، ورنہ بائیبل نے اچھے سلجھے الفاظ میں فیصلہ کر دیا ہے۔

عیسائی: خدا ہمیشہ ہے تو مسیح بھی ہمیشہ سے لکھا ہے:

"ابدی خدا تیری سکونت گاہ ہے۔" (استثنار ۳۳/۲۷)

دوسری جگہ ہے:۔

"اے خدا تیرا تخت ابدالآباد تک رہے گا۔" (عبرانیون ۱/۸)

ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ مسیح خالق بھی ہے الٰہ بھی ہے۔

مسلمان: پادری صاحب آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مسیح نبی خدا کی طرح ازلی ابدی ہے۔ خدا قدیم ہے۔ مسیح حادث، خدا معبود ہے۔ مسیح عابد، خدا محمود ہے مسیح حامد۔ تو کیا قدیم و حادث معبود و عابد یکساں ہو سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ہر عیب و عجز سے پاک ہے۔ بائیبل کی رو سے مسیح گنہگار بھی ہے، لعنتی بھی ہے۔ (معاذ اللہ) بعقیدہ آپ کے مسیح کو موت بھی واقع ہو چکی ہے۔ مصلوب بھی ہوا۔ مسیح کو پیدا شدہ آپ بھی مانتے ہیں تو کیا مریم کے پیٹ سے الوہیت نے جنم کیا۔ پھر دیگر انسانوں کی طرح بچہ، بالغ، جوان، بوڑھا، کہلائی اور مظلوم و مغموم، و مضروب و مجروح، مصلوب و ملعون ہو (معاذ اللہ) اگر اسی کا نام ہی الوہیت ہے، پھر تو دین مسیحی خوب ہے جناب۔

اس مختصر سی گفتگو کے بعد پتہ چل سکتا ہے کہ مسیح نہ خدا تھا، نہ خدا کا بیٹا، نہ جزر نہ اقنوم۔

عیسائی: رب بھی بدلنے والا نہیں اور مسیح بھی بدلنے والا نہیں۔ لہٰذا مسیح خدا ہے۔ عرصہ سے آسمانوں پر بیٹھا ہے۔

"ہر اچھی بخشش اور ہر کامل انعام اوپر سے ملتا ہے اور نوروں کے باپ کی طرف سے ملتا ہے، جس میں نہ کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ نہ گردش کے سبب اس پر سایہ پڑتا ہے۔" (یعقوب ۱/۱۷)

دوسری جگہ لکھا ہے:۔

"یسوع مسیح کل اور آج بلکہ ابد تک یکساں ہے۔" (عبرانیوں ۱۳/۸)

پہلے حوالے سے خدا کا ابدی ہونا ثابت ہے دوسرے سے مسیح کا۔ لہذا مسیح خدا ہے۔

مسلمان: خدا اور مسیح دونوں پر اگرچہ نہ بدلنے کے وصف کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی بہت بڑا فرق ہے۔ خدا کا نہ بدلنا ازلی، ابدی، سرمدی، ذاتی ہے۔ مسیح کا نہ بدلنا غیر ازلی، غیر ابدی، غیر ذاتی ہے۔ خدا حقیقتاً غیر مبدل ہے۔ مسیح مجازاً۔ مسیح کی ذات کے لئے تو تغیر و تبدل ثابت ہے۔ پہلے معدوم پھر موجود پھر روح پھر طفل پھر شباب پھر میت، پھر زندہ یہ سب تغیرات ہی ہیں جو آپ کے عقیدہ کے مطابق بھی مسیح میں پائے جاتے ہیں اور پھر مسیح کے لئے بیٹا کا لفظ ہونا ہی ازلیت کے ابطال کے لئے کافی ہے۔ کیوں کہ بیٹا ہمیشہ باپ سے بعد ہی میں پیدا ہوتا ہے۔

عیسائی: مسیح نے اپنے آپ کو خدا میں ثابت کیا ہے۔ لہذا مسیح خدا ہے۔ لکھا ہے۔

"کیا تو یقین نہیں کرتا کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں" (یوحنا ۱۴/۱۰)

اس دلیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح خدا ہے۔

مسلمان: پادری صاحب اس حوالہ سے نہ تو مسیح کا خدا ہونا ثابت ہے نہ ابن خدا ہونا اور نہ ہی اقنوم ہونا بلکہ محض قرب بیان کیا گیا ہے۔ جو اسے اپنے خاص بندوں سے ہوتا ہے اگر اس سے مسیح کا ابن اللہ ہونا مراد لیں تو یہ معنی ہوگا۔ کہ مسیح اور خدا ایک دوسرے کے باپ ہیں، اور ایک دوسرے کے بیٹے۔ اگر مسیح کے خدا میں ہونے سے مسیح کا خدا ہونا ثابت کریں گے تو جو مسیح میں ہوں گے وہ بھی خدا ہوئے۔ مسیح نے کہا ہے:۔

"اے باپ تو مجھ میں ہے میں تجھ میں ہوں وہ بھی ہم میں ہوں" (یوحنا ۱۷/۲۱)

لہذا مسیح میں ہونے والے (باقی مسیح بزعم خویش ایماندار) بھی خدا ہوئے۔ لہذا الوہیت مسیح پر آپ کی یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے۔"

اگر مسیحی مسیح میں ہونے کے باوجود اقنوم نہیں بن سکتے تو مسیح خدا میں ہونے کے ساتھ اقنوم مان لیا گیا۔

عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہیں نہ کہ ابن خدا۔ یہ عقیدہ حواریوں کے بعد عیسائیوں میں غالباً پولوس کے اشارات سے پیدا ہوا۔ دوسری صدی عیسوی میں اکثر کلیسائیوں میں یہ عقیدہ ذہن نشین ہوگیا تھا اور ان میں ہزاروں سچے دیندار جو قدیم طریق حواریوں کے پابند

تھے اس کو نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ ایوس وغیرہ محققین نے اسکندریہ میں اس عقیدہ کا بڑے زور سے رد کیا۔

لطف یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں، "مسیح خدا بھی اور ابن خدا بھی"

خدا بھی مانتے ہو اور پھر تمام بشریت کی باتیں کھانا پینا وغیرہ بھی تسلیم کرتے ہو۔ اور یہ ایک واضح چیز ہے کہ صفات بشریت خواہ عمدہ ہوں جیسے رسالت وعبادت خواہ ادنیٰ جیسے کھانا پینا۔ اوصافِ الوہیت کے برخلاف ہیں۔ اوصاف متضادہ ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جس سے لازم آیا مسیح خدا نہیں ہے۔ چوں کہ انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم ہو جایا کرتا ہے۔

"چنانچہ یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہو کر اس کوئیں پر یونہی بیٹھ گیا یہ چھٹے گھنٹے کے قریب تھا۔"

(یوحنا $\frac{۴}{۶}$)

تشریح: اس درس نے مسیح کا تھکنا اور عاجز ہونا بھی ظاہر کیا۔

پس کیا حامد ومحمود، ساجد ومسجود، تھکنے والا برابر ہو سکتے ہیں۔

پادری صاحب بیٹے تین قسم کے ہوتے ہیں:۔

پوت، سپوت، اور کپوت۔ پوت وہ ہے جو باپ کے برابر کمال دکھائے۔ سپوت وہ ہے جو باپ سے بڑھ جائے اور کپوت وہ ہے جو باپ سے کم رہے۔ بلکہ باپ کے نام کو بھی ڈبوئے، آپ فرمائیں کہ مسیح کیسا بیٹا ہے؟ اگر پوت ہے تو خالقیت ملکیت میں برابر ہونا چاہیئے تھا مگر نہیں۔ اگر سپوت ہے، تو اس کی کائنات باپ سے بڑھ کر ہونی چاہیئے۔ باپ کے سات آسمان ہیں تو اس کے آٹھ ہونے چاہئیں۔ اگر کپوت ہے تو باپ کے نام کو بھی داغدار کیا۔ پس بتایئے مسیح کیسا بیٹا ہے؟ (معاذ اللہ)

ع اندکہ با تو گفتم وبدل ترسیدم که دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ سورۂ آلِ عمران کی ۸۳ آیتیں نصارےٰ نجران کے بارہ میں نازل ہوئیں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مناظرہ کی غرض سے پہنچا۔ اس وفد میں ساٹھ سوار تھے۔ جن میں چودہ آدمی خاص طور پر شریف اور معزز تھے ان چودہ ۱۴ سے خصوصاً تین قابل ذکر ہیں جو ان کے پیشوا و مقتدر مانے جاتے تھے ۱۔ عبد المسیح ۲۔ ایہم ۳۔ ابو حارثہ بن علقمہ یہ مشہور عالم تھا۔ انہیں تینوں نے حضور انور علیہ السلام سے گفتگو شروع کی، اور الوہیت مسیح

پر اس طرح استدلال کیا۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

(ب) عیسیٰ علیہ السلام بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔

(ج) عیسیٰ علیہ السلام غیب کی باتیں بتاتے تھے۔

(د) آپ مٹی کی مورتیں بناتے اور پھر ان میں پھونک مارتے اور وہ زندہ ہو کر پرندہ بن جاتے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے ابن ہوتے پر اس طرح استدلال کیا۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ معلوم ہوا خدا کے بیٹے تھے۔

(ب) آپ نے گہوارہ میں کلام کیا جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے جوابات"

وفد سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

(۱) کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ اُس کو موت نہیں آسکتی؟

اور عیسیٰ علیہ السلام پر فنا و موت آئے گی" انہوں نے جواباً کہا "ہاں"

(۲) کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بے مثل بے چون ہے۔

انہوں نے کہا "ہاں"

(۳) کیا تمہیں علم نہیں کہ ہمارا رب ہر شئی کا مالک، وجود دینے والا، اور رازق ہے انہوں نے کہا "ہاں" تو فرمایا! بتاؤ عیسیٰ علیہ السلام بھی رازق و خالق ہیں انہوں نے کہا نہیں۔

(۴) کیا تم نہیں جانتے کہ زمین و آسمان کی چیزوں کو اللہ جانتا ہے۔ اور اُس پر کچھ مخفی نہیں۔

انہوں نے کہا ہاں تو فرمایا! بتاؤ اللہ تعالےٰ کے بتائے بغیر عیسیٰ علیہ السلام بھی جانتے ہیں۔

انہوں نے کہا نہیں!

(۵) پھر فرمایا! رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کو صورت رحم مریم میں اپنی مرضی سے بنائی،

انہوں نے کہا "ہاں"

(۶) کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ ہی وہ بول و براز کا محتاج ہے۔

انہوں نے کہا "ہاں" جانتے ہیں۔

(۷) کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حاملہ ہوئیں اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کو جنا اور عیسیٰ علیہ السلام کھاتے پیتے تھے۔ بول و براز کرتے تھے وفد نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم یہ سب باتیں مانتے ہو تو بتاؤ کہ ایسا ہو کر عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہو گئے؟ فعرفوا ثم ابوا الا جحودًا فانزل اللہ تعالیٰ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الحي القيوم (اخرجه ابن جرير وعن حاتم عن الربيع (در منثور)

وفد نے حق پہچان لیا مگر جان بوجھ کر انکار کر دیا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

معیارِ اُلوہیّت

(۱) خدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ حیّ ہو ازل سے ابد تک زندہ ہو، موت کا طاری ہونا اس پر محال ہو" عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات صادق نہیں آتی۔

(۲) خدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ قیوم ہو، ساری کائنات کا محافظ و نگہبان رزّاق ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات ہی صادق نہیں آتی کہ وہ بقول نصاریٰ اپنا آپ بھی نہ بچا سکے۔

(۳) خُدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ قہّار بھی ہو جبّار بھی، اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے پر بھی قادر ہو۔ عزیز بھی، ذوانتقام بھی ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات بھی صادق نہیں آتی کہ وُہ اپنے آپکو بھی ظالموں کا نشانہ بننے سے محفوظ نہ کر سکے۔

(۴) خُدا کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اُس کا علم ساری کائنات کے لئے محیط ہو۔ کوئی قطرہ کوئی ذرّہ اُس سے مخفی نہ ہو اور وہ علم اپنا ذاتی ہو، کسی کا دیا ہُوا نہ ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات بھی صادق نہیں آتی، کہ وہ غیبی خبریں بیان کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کے بتانے سے۔

(۵) خدا کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تبدّل و تغیّر، حدوث و فنا، دُکھ پریشانی وغیرہ امور کا طاری ہونا اس پر محال ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات بھی صادق نہیں آتی کہ آپکی زمینی

زندگی حوادثِ زمانہ کا اثر لیتی رہی۔

(۶) خدا کے لئے ضروری ہے کہ وُہ کسی شے کا محتاج نہ ہو اور ساری کائنات اسکی محتاج ہو۔ عیسیٰ ؑ غذا کے محتاج تھے۔ جو غذا کا محتاج ہے وُہ دراصل تمام عالم کا محتاج ہوگا کہ غذا کے پیدا کرنے میں زمین آسمان چاند تارے سورج پانی ہوا وغیرہ کو دخل ہے۔ اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ یا خُدا کسی عورت کے رِحم اور شکم میں جسم پکڑے اور پھر اس کی ولادت ہو۔ سبحانہٗ وتعالےٰ عما یصفون۔ مسیحوں کا یہ عقیدہ بالکل ہندوؤں سے ملتا جلتا ہے کہ وُہ بھی رام چندر، کرشن اور دوسرے اوتاروں کی نسبت یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

مسیح کو خُدا کا ننا کئی وجوہ سے باطل ہے۔

۱۔ بچہ اپنے ماں باپ کی فرع ہوگا اور پیدا ہونے میں ان کا محتاج اور یہ واضح ہے کہ فرع اصل کا محتاج ہوتا ہے اور محتاج خدا نہیں ہوسکتا۔ لہذا کوئی مولود، خدا، اِلٰہ، معبود نہیں ہوسکتا"

۲۔ مولود اپنے باپ کا جزُ ہوتا ہے اور الوہیت کی تقسیم اور اجزاء کا قائل ہونا عقل ونقل کے خلاف۔ لہٰذا مسیح خدا نہیں۔

۳۔ مسیح علیہ السلام کی جسمانیت کے عیسائی بھی قائل، جسم وہ ہے جو اجزاء سے مرکب ہو۔ جسم کے لئے ابتداء، انتہا، مکان، زمان، اکناف، اطراف، جہت، سمت، حدود وقیود کا ہونا از حد ضروری، جیسے کہ مسیح علیہ السلام کے لئے یہ امور ثابت ہیں۔ اللہ ان تمام امور و کیفیات سے پاک ومنزہ، لہذا مسیح خُدا نہیں۔

۴۔ اگر یہ کہا جائے کہ مسیح علیہ السلام تو انسان ہی ہیں۔ مگر الوہیت نے اُن میں حلول کرلیا۔ اگر مسیحی اسی بات کے قائل ہوں تو وُہ کرشن، رام چندر اور اوتاروں میں خدا کے حلول کرنے کو کس دلیل سے جرأت وہمت سے رد کریں گے۔ کیا وجہ ہے اور کونسی دلیل ہے کہ شداد، ہامان، فرعون، نمرود میں خدا کا حلول اور نزول محال ہو۔ دجّال بھی مردے زندہ کرے گا۔ عیسائی مبلغ بتائیں کیا دلیل ہے کہ مسیح ابن مریم کی الوہیت تو حق ہو اور مسیح دجّال کی باطل۔

۵۔ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات کا اتحاد بشر کثیف سے تو کرلیا اور فرشتہ لطیف کو محروم رکھا۔

۶۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اپنی صفاتِ عُلیا کے باعث معبود ہو سکتے ہیں تو کوئی دوسرا انسان کیوں نہیں ہو سکتا۔

۷۔ پیدائش الوہیت کے منافی ہے۔ پیدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ پہلے نہ تھا۔ بعد میں موجود ہُوا۔ اور جو عدم کے بعد وجود میں آئے وُہ حادث۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام حادث اور حادث خدا نہیں ہو سکتا۔ خُدا کے لئے قدیم اور ازلی ہونا ضروری ہے۔

جب عورت کے بچہ کا نیک ہونا ہی ناممکن ہے تو خدا ہونا کیسا؟

۱۔ "انسان کون ہے کہ پاک ہو سکے اور وہ جو عورت سے پیدا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے"۔ (ایوب ۱۵/۱۴)
۲۔ "کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے کوئی نہیں"۔ (ایوب ۱۴/۴)
۳۔ "کیا فانی انسان خُدا کے حضور صادق ٹھہریگا"۔ (۴/۱۸ ایوب)
۴۔ "انسان خدا کے آگے کیوں کر صادق ٹھہرے گا"۔ (ایوب ۹/۲)
۵۔ "پس خدا کے حضور انسان کیوں کر صادق سمجھا جاوے اور وُہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے۔ کیوں کر پاک ٹھہرے"۔ (ایوب ۲۵/۴)
۶۔ "کوئی انسان جیتی جان تیرے حضور راستباز نہیں ٹھہر سکتا"۔ (زبور ۱۴۳/۲)
۷۔ "اگر ہم کہیں گے کہ بے گناہ ہیں تو ہم جھوٹے ہیں اور آپ کو فریب دیتے ہیں"۔ (یوحنا کا ایک خط ۱/۸)
۸۔ "کوئی راستباز نہیں ایک بھی نہیں کوئی نیکوکار نہیں ایک بھی نہیں"۔ (رومیوں کا خط ۳/۱۲،۱۰)
۹۔ "کون کہہ سکتا ہے کہ میں نے اپنے دِل کو صاف کیا ہے میں گناہ سے پاک ہوں" (امثال ۲۰/۹)

نتیجہ

بائیبل کی اس تعلیم کی رو سے کہ ہر انسان فطری طور پر گنا ہگار ہے اور کسی عورت کا کوئی بھی بچہ قطعاً نیک، صادق، راستباز نہیں ہو سکتا، تو نہ معلوم مسیح مریم کے بیٹے خدا کیسے قرار دیئے گئے۔ جب کہ تعلیم بائیبل کی رو سے ہر انسان گنہگار اور ہر گنہگار شیطان کا فرزند ٹھہرتا ہے۔ (معاذ اللہ) لکھا ہے:-

"اور جو گناہ کرتا ہے وُہ شیطان کا فرزند ہے"۔

(یوحنا ۳/۸،۹)

باب چہارم

افضل کون ہے ــــــ ؟

عیسائی : مولوی صاحب آپ مسیح کے سارے نبیوں سے افضل ہونے سے کیسے انکار کر سکتے ہیں۔
جب خود قرآن کریم نے مسیح کو خالق بتایا ہے۔

اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ (القرآن)	میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے پیدا کرتا ہوں ان میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگ جاتے ہیں۔

کیا کسی اور نبی نے بھی پرندے بنائے یا کسی کو زندہ کیا۔ اب یا تو مسیح کو خالق مانو یا قرآن سے انکار کردو بائیبل سے تو مسیح کا خالق ہونا ثابت ہے ہی۔

مسلمان : مانا کہ آپ لوگ دھوکہ بازی، مکاری، کیادی اور آیاتِ قرآنی کا غلط ترجمہ کرنے میں اچھی خاصی مہارت رکھتے ہیں۔ مگر ایسی چالاکی اور ہوشیاری کو صرف گرجا کی چار دیواری تک ہی محدود رکھا کریں۔ خدام اسلام کے سامنے آپ کی چالاکیاں واضح ہیں۔ آپ نے آیت کریمہ کا غلط ترجمہ کیا ہے۔

سنئے :-

بات تو یہ ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی نبوت پر دلیل بیان فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں، جیسی پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس کے پھونک مارتا ہوں جس سے وہ جاندار پرندہ بن جاتا ہے۔ اللہ کے حکم سے ۔ خلق بمعنی بنانے کے ہیں نہ کہ پیدا کرنے کے ورنہ کھیئۃ الطیر کا لفظ "ک" بے کار ہوگا۔ اس آیت سے نہ مسیح کا خالق ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی قرآن حکیم کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ آیت کریمہ اپنے مقام پر بالکل صاف اور واضح ہے اور عیسیٰ علیہ السلام

کا معجزہ اپنے مقام پر نمایاں ہے۔ رہی یہ بات کہ بائیبل مسیح کو خالق بتاتی ہے۔ سو یہ سفید جھوٹ اور صریح کذب بیانی اور آپ لوگوں کا بائیبل پر محض افترا و بہتان ہے۔ سنئے

"اور اس قوم نے سب سردار کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ مسیح کی پیدائش کہاں ہونی چاہیئے" (متی ۲/۴)

تشریح:۔ اس ورس سے صاف نمایاں ہے۔ مسیح خالق نہیں بلکہ مخلوق ہے۔ جس کی جائے ولادت کے متعلق مشورہ کیا جا رہا ہے۔

"میں اس لئے پیدا ہوا، اور اس واسطے دنیا میں آیا ہوں کہ حق پر گواہی دوں" (یوحنا ۱۸/۳۷)

تشریح:۔ اس ورس سے ظاہر ہے کہ مسیح نے اپنے آپکو مخلوق مانا ہے۔ رہا معجزہ کی رو سے مسیح کو خالق کہنا سو یہ بھی ایک عظیم غلطی ہے۔ کیونکہ ایسے معجزات دیگر انبیاء علیہم السلام سے بھی صادر ہوئے ہیں چنانچہ بائیبل میں مندرجہ ذیل انبیاء کے معجزات موجود ہیں۔

"یوسف علیہ السلام نے باپ کی آنکھوں پر ہاتھ لگایا اور بینائی ہوئی" (پیدائش ۴۶/۴)
"اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ کاش مرا آقا اس نبی (الیشع) کے برابر ہوتا جو سامریہ میں ہے تو وہ اسے اس کے کوڑھ سے شفا دے دیتا" (۲ سلاطین ۵/۳)

تشریح:۔ اس ورس سے ظاہر ہے کہ حضرت الیشع کا یہ معجزہ تھا کہ کوڑھی کو شفا بخشتے تھے۔

"پھر وہ اٹھ کر اس گھر میں ایک بار ٹہلا اور اوپر چڑھ کر اس بچہ کے اوپر پسر گیا۔ اور وہ بچہ سات بار چھینکا اور بچے نے آنکھیں کھول دیں" (۲ سلاطین ۴/۳۵)

تشریح: اس ورس سے ظاہر ہے کہ حضرت الیشع نے مردے زندہ کئے اور یہ آپ کا معجزہ تھا۔

بلکہ بعض انبیاء کے معجزات مسیح علیہ السلام سے بڑھ کر ثابت ہوئے۔

"اور موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے اور خدا کے حکم کے مطابق کیا۔ اور ہارون نے اپنی لاٹھی فرعون اور اس کے خادموں کے سامنے ڈال دی اور وہ سانپ بن گئی" (خروج ۷/۱۰)

تشریح:۔ مٹی سے پرندے بنا کر اڑا دینے سے زیادہ کمال یہ ہے کہ لکڑی کا سانپ بنا کر چلا دینا۔ کیونکہ مٹی سے پیدا کرنا تو قانونِ قدرت میں داخل ہے۔

"انہوں نے ایسا کیا اور ہارون نے اپنی لاٹھی لے کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور زمین کی گرد کو مارا۔

اور انسان اور حیوان پر جوئیں ہو گئیں۔" (خروج $\frac{8}{17}$)

تشریح: مسیح علیہ السلام تو ایک ایک پرندہ بناتے اور پھونک مار کر اڑا دیتے مگر ہارون علیہ السلام کے ایک عصا سے ساری مصر کی زمین کے گرد جوئیں بن گئیں۔ زیادہ کمال یہ ہے یا وہ۔

"اور اے سورج تو جبعون پر اور اے چاند تو وادی ایالون میں ٹھہرا رہ۔ اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھما رہا۔ جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے انتقام نہ لے لیا۔" (یشوع $\frac{10}{12}$)

تشریح: مسیح علیہ السلام نے تو زمین پہ پرندوں کو اُڑایا۔ مگر یشوع نبی نے آسمانوں پر سورج اور چاند کو ٹھہرا دیا۔ اور اس سے بڑھ کر میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر تشریف فرماتے ہوئے انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیئے۔" اقتربت الساعة وانشق القمر"

"داؤد کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تیری دعا سُنی، میں نے تیرے آنسو دیکھے سو دیکھ میں تیری عمر پندرہ برس اور بڑھا دوں گا۔" (یسعیاہ $\frac{38}{5}$)

تشریح: یسعیاہ نبی نے تو اللہ سے دُعا کر کے اپنی عمر پندرہ برس زائد کروالی۔ مگر مسیح (جو اس کا بیٹا ہے) "ایلی ایلی لما شبقتنی کہہ کہہ کر تھک گیا، مگر باپ نے ایک نہ سُنی۔ یسعیاہ نبی کا معجزہ بڑا ہوا یا مسیح کا۔

"سو انہوں نے اس شخص کو الیشع کی قبر میں ڈال دیا اور وہ شخص الیشع کی ہڈیوں سے ٹکراتے ہی جی اُٹھا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ (۲ سلاطین $\frac{13}{21}$)

تشریح: مسیح کے ہاتھ نے پرندے بنائے۔ مگر الیشع نبی کی مبارک ہڈیوں نے مردے زندہ کئے بتایئے زیادہ کمال پہلا ہے یا پچھلا۔ کیا سب خالق تھے۔

؏ بریں عقل و دانش بباید گریست

پادری صاحب! غلط ترجمہ کر کے آپ قرآن حکیم کو نہیں بگاڑ سکتے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدائے ذوالجلال نے لیا ہے۔ ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت خدا کرے　　وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

عیسائی، بخاری کی حدیث میں آتا ہے۔ "جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسے شیطان مس کرتا ہے، مگر مسیح اور اس کی والدہ مریم کو مس نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ مسیح اور اس کی ماں کے علاوہ تمام بنی نوع انسان

کو شیطان مس کرتا ہے۔ جس میں تمام نبی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہو گئے۔ لہذا مسیح کی افضلیت تمام انبیا مرسلین پر ثابت ہوئی اور آپ بے گناہ ثابت ہوئے۔

مسلمان: بے شک یہ مضمون حدیث میں موجود ہے۔ رہا یہ کہ اس مضمون سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو بھی شیطان نے مس کیا سو یہ بالکل بے بنیاد اور غلط شبہ واعتراض ہے۔ حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات اس سے مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ خصائص کبریٰ کی حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ بوقتِ ولادت حضور علیہ السلام جبرائیل نے شیطان کو مار کر پہاڑوں اور غاروں میں بھگا دیا تھا۔ جب موجود ہی نہ تھا تو مس کیسے کرتا۔ نیز حدیث ما من مولود یولد الا مسته الشیطان کے حصر سے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقلاً و نقلاً مستثنیٰ ہیں۔ اور یہ حصر یقینی اضافی ہے حقیقی نہیں۔

نیز رہا یہ۔ آپ بے گناہ ثابت ہوئے اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء صغائر وکبائر گناہ سے پاک ہیں۔ ان پر شیطان کا اثر نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم نے اس مضمون کو واضح فرمایا ہے اور ذاتِ مسیح کے متعلق ہے کہ وہ انسان کامل بے ادعاء الوہیت تھے اور تمام انبیاء کی مانند معصوم مطلق۔ البتہ کتاب مقدس نے شانِ مسیح میں وہ نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جنہیں سن کر پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور اس کے محرف ثابت کرنے کے لئے کافی دلیل مل جاتی ہے۔ حسب نقول عہد جدید یعنی انجیل موجودہ مسیح بالکل غیر صالح تھا۔

"یسوع نے اس سے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔" (مرقس ۱۸/۱۰)

تشریح: اس ورس سے معلوم ہوا کہ مسیح نے اپنے آپ کو نیک کہنے سے بھی منع کیا اور خدا کا ایک ہونا بھی ثابت کیا۔ اور مسئلہ تثلیث کا قلع قمع کیا۔

"جو گناہ سے واقف نہ تھا اسی کو اس نے ہمارے واسطے گناہ ٹھہرایا تا کہ ہم اس میں ہو کر خدا کی راستبازی میں ہو جائیں۔" (۲ کرنتھیون ۲۱/۵)

تشریح: اس ورس نے بتایا کہ مسیح سراپا گناہ تھا (معاذ اللہ) نیز یہ بھی پتہ چلا کہ اس کلام کا متکلم خدا یقیناً نہیں بلکہ کوئی وفادار شاگرد مسیح ہے۔ جو مسیح کی شان بیان کر رہا ہے۔ اور نہ ہی یہ کلام الٰہی ہے بلکہ تاریخی قصہ ہے۔

"گناہ میں رہ کر پاک ہونا۔ جھوٹ بول کر اسے سچا ثابت کرنا بھی تو آخر آپ لوگوں کا ہی کمال ہے۔"

مسیح تو سراپا گناہ اور آپ لوگ سراپا راست باز (ماشاء اللہ) کیا ہی عجیب و غریب منطق ہے۔"

"کیونکہ مسیح جو مرا گناہ کے اعتبار سے ایک بار مرا۔ مگر اب جو جیتا ہے تو خدا کے اعتبار سے جیتا ہے۔" (رومیوں ۶/۱۰)

تشریح: اس درس نے بتایا کہ مسیح کا خاتمہ گنہگاری کی حالت میں ہوا۔ (معاذ اللہ)

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلتیوں ۳/۱۳)

تشریح: پادری صاحب! جب مسیح لعنتی ہوا۔ قانون لعنتی ہوا۔ تو پھر آپ اپنے متعلق خود اندازہ لگائیں۔

عیسائی: مولوی صاحب! ایسی گستاخی سے کام نہ لو۔ میں آپ کی بحث تحمل سے سن رہا ہوں۔ میرے جذبات کو مجروح نہ کیجئے۔

مسلمان: پادری صاحب! گستاخی کی ہے تو کتاب مقدس نے کی۔ اگر میں نے کچھ اپنی طرف سے کہا ہے تو فرمایئے۔ مجھے آپ کے جذبات کا پورا پورا احترام ہے۔ جو زخم ہوئے ہیں۔ ان کا علاج کرتا ہوں۔ مضمون سن لیجئے۔ اگر میرے علاج کو نمک پاشی سمجھیں تو پھر میرے پاس کوئی علاج نہیں۔

"اور تیسرے پہر کو یسوع بڑی آواز سے چلایا کہ الوہی الوہی لما شبقتنی۔" (مرقس ۱۵/۳۴)

تشریح: غالباً یہ بھی مسیحت کی دلیل ہوگی۔ پہلے انبیاء کو قوموں نے جب نہ مانا تو انہوں نے اللہ کی بارگاہِ قدس میں دعا کی اور اللہ نے ان کی دعا سنی۔ اور قوموں پر عذاب اتارا۔ نوحؑ کی بددعا سے طوفان آیا۔ لوط علیہ السلام کی قوم کو تہہ و بالا کر دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے قوم پر کئی عذاب آئے مگر مسیح نے بوقتِ صلیب چلا چلا کر کہا مگر ایک نہ سنی گئی۔ شاید اسی کا نام افضلیت ہو۔

"اور جب مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام۔" (یوحنا ۲/۴)

تشریح: شاید اسی چیز کا نام آپ لوگوں نے افضلیت رکھ لیا ہو۔ کہ ماں کو "اے عورت" کے لفظ سے یاد کیا کرتا تھا۔ کسی پیغمبر نے اپنی ماں کے لئے کبھی ایسی بے ادبی کے الفاظ استعمال نہیں کئے۔ جیسے کہ بائیبل نے مسیح کے طرف منسوب کئے ہیں۔

"پس یسوع نے ان سے پھر کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ جتنے مجھ

سے پہلے آئے سب چور ڈاکو ہیں" (یوحنا ۱۰/۸)

تشریح: پہلے آنے والوں سے مراد تمام انبیاء ہیں جنہیں چور ڈاکو کہا جارہا ہے۔ مسیح کے علاوہ کسی پیغمبر نے کسی پیغمبر کو ایسے الفاظ نہیں کہے، جیسے بائیبل نے مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں۔ شاید اسی کا نام افضلیت ہو۔

بعض لوگوں نے جب مسیح سے معجزہ مانگا۔ تو مسیح نے انہیں جواباً کہا:

"اس نے جواب دیکر اُن سے کہا۔ اس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں۔"
(متی ۱۲/۳۹)

تشریح: کسی نبی نے کسی معجزہ مانگنے والے کو ایسے الفاظ سے جواب نہیں دیا، جیسے کہ بائیبل نے مسیح کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ ہاں یہ بھی ایک امتیازی فضیلت ہے۔" مسیح ایک انجیر کے درخت کے پاس آیا اور اس پر پھل نہ پایا تو یوں کہا:۔

"اس نے اس سے کہا آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے اور اس کے شاگردوں نے سُنا۔"
(مرقس ۱۱/۱۴)

تشریح: یہ بھی کسی کسی کا کام ہے کہ بلا وجہ درختوں کو بددعا کرنا اور ہمیشہ کے لئے پھل سے محروم کردینا۔ ورنہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خشک درختوں کو ہرا کیا۔ بے دودھ بکریوں کے تھنوں کو مس کیا تو دودھ کی نہریں بہہ گئیں۔ جابر رضہ کے تھوڑے طعام پر ہاتھ رکھا تو اُسے کہیں زیادہ کردیا۔ کھارے پانی میں لعابِ دہن ڈالا تو اسے میٹھا بنادیا۔

واقعی بائیبل کی اس عبارت نے مسیح کی افضلیت کو خوب واضح کیا۔ پادری صاحب! سو تو نہیں گئے؟

عیسائی: نہیں جی نہیں میں سُن رہا ہوں، سمجھ رہا ہوں، میں جاہل نہیں کہ آپ کی تقریر کی تہہ تک نہ پہنچ سکوں۔ سب اشارے سمجھتا ہوں۔

مسلمان: بس ٹھیک ہے سنتے رہیئے اور سمجھتے رہیئے اور حق بات کی داد دیجئے۔ ایک اور عجیب و غریب حوالہ سنیئے۔

"تو دیکھو ایک بدچلن عورت جو اس شہر کی تھی یہ جان کر کہ وہ اس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے کو بیٹھا ہے۔ سنگ مرمر کے عطردان میں عطر لائی اور اس کے پاؤں کے پاس روتی

ہوئی پیچھے کھڑے ہو کر اس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے انہیں پونچھا اور اس کے پاؤں بہت چومے اور ان پر عطر ڈالا" (لوقا ۷/۳۸)

تشریح: بائیبل کی اس عبارت سے مترشح ہے کہ مسیح کے پاؤں کو ایک فاحشہ عورت نے چوما اور اپنے سر کے بالوں سے مسیح کے پاؤں کو چوما۔ اور عطر ڈالا۔ مسیح نے یہ سب کچھ خوشی سے کر دیا اسے کچھ بھی نہ کہا کیا یہ خلاف عصمت باتیں نہیں۔ اسی عبارت میں ہے کہ وہ عورت مسیح کے پیچھے کھڑی ہو کر اپنے آنسوؤں سے مسیح کے پاؤں بھگونے لگی۔ غرضیکہ بائیبل نے مسیح کے متعلق خلاف عصمت بہت کچھ لکھا ہے۔

مسیح کے متعلق قرآن فرماتا ہے: "وہ عبد صادق تھا۔ رسولِ برحق تھا، حضور علیہ السلام کا مبشر اور مصدق تھا۔ وہ عقیدۃً و تعلیماً و عصمۃً دیگر انبیاء کی طرح تھا۔

عیسائی: مسیح انبیاء اور تمام فرشتوں کا مسجود ہے۔ آدم کو جو سجدہ فرشتوں نے کیا وہ دراصل مسیح کو تھا۔ دیگر اسلامی روایات سے ثبوت ملتا ہے۔ کہ فتح مکہ کے بعد حضرت محمد نے تمام تصاویر کعبہ سے نکلوا دیں۔ مگر مسیح اور مریم کی تصویر دن کو رہنے دیا۔ وہ تصویریں کعبہ میں موجود ہیں چنانچہ آج بھی امتِ محمدیہ مسیح کی تصویر کی پرستش کر رہی ہے۔

مسلمان: لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ پادری صاحب! جھوٹ بولنا۔ غلط بیانی، دھوکہ بازی دھونس، دھاندلی سے کام لینا تو آپ لوگوں کے بائیں ہاتھ کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ جب آپ لوگ نے خدا کے متعلق بھی جھوٹی باتیں لکھ دیں تو کوئی اور کیسے بچ سکے گا۔ لکھا ہے:

"کیونکہ خدا کی بے وقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے" اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے۔" (۱ کرنتھیوں ۱/۲۵)

تشریح: معلوم ہوا کہ مسیحوں کا خدا بے وقوف بھی ہے اور کمزور بھی۔ اگر یہ صحیح ہے تو ایسے انوکھے اور نرالے خدا کا کیا کہنا۔ اگر صحیح نہیں تو خدا کی ذات پر بہتانِ عظیم ہے اور بائیبل کے محرف ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ موجودہ بائیبل کے مصنف نے نہ خدا کی ذات کو پاک رہنے دیا۔ اور نہ انبیاء کی ذات کو چھوڑا۔

"جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا۔ اس لئے کہ زمین تیرے سبب لعنتی ہوئی۔" (پیدائش ۳/۱۷)

تشریح: اس ورس نے صاف طور پر واضح کر دیا کہ آدم لعنتی تھا (معاذ اللہ) کیوں کہ نیکوں کے باعث دنیا میں نیکی ہوتی ہے۔ بروں کے باعث برائی ہوتی ہے۔ جب تک آدم کو لعنتی نہ مانو گے زمین کیسے لعنتی ہو جائے گی۔ (توبہ) نوح علیہ السلام کی ذات کو بائبل نے یوں بدنام کیا:۔

"اور نوح کاشتکاری کرنے لگا۔ اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وُہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔ (پیدائش ۹/۲۰)

ہارون علیہ السلام کی ذات بابرکات کو بائبل نے اس طرح بدنام کیا:۔

"چنانچہ سب لوگ اِن کے کانوں سے سونے کی بالیاں اُتار اُتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے اور اس نے ان کو ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا۔" (خروج ۳۲/۴)

تشریح: اس ورس نے بتایا کہ ہارون نے بنی اسرائیل کو حقیقی رب سے موڑ کر بچھڑے کی عبادت پر جوڑ دیا۔ اور رب حقیقی کے مقابلے میں دوسرا خدا بنا دیا۔ (معاذ اللہ) کیا پیغمبر دُنیا پر اس لئے آتے ہیں کہ رب کے شریک بنائیں۔

لوط علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ اُس کی لڑکیاں اس سے ہم آغوش ہوئیں، اور ان سے نسل بڑھی۔ (معاذ اللہ)۔ (پیدائش ۱۹/ ۳۲ تا ۳۶)

داؤد علیہ السلام کی ذات پر بائبل نے اسی طرح ایک بدنما دھبہ لگایا:

"اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اُٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا۔ کہا وہ الغام کی بیٹی بت سبع ہے۔ جو حتی اوریاہ کی بیوی ہے۔ اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا وُہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی۔" (۲ سموئیل ۱۱/ ۲ تا ۵)

اور سلیمان علیہ السلام کو بائبل نے یوں بدنام کیا:۔

"کیونکہ سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا۔" (۱ سلاطین ۱۱/۴)

حزقیل کو بائبل نے یوں بدنام کیا:

"اور تو جو کے پھلکے کھانا اور تو ان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے ان کو پکانا" (حزقیل ۴:۱۲)

تشریح: یہ عجیب و غریب حکم مسیحوں کا خدا حزقیل کو دے رہا ہے اگر حزقیل نے عمل کیا۔ تو کھانا پکایا بھی اور کھایا بھی (معاذ اللہ) اگر عمل نہیں کیا تو حزقیل نافرمان ہوا کہ خدا کی نہ مانی اس سے اگلے درس میں ہے کہ حزقیل نے کچھ انسانی نجاست کھانے سے معذرت کی تو خدا نے کہا:

"انسان کی نجاست کے عوض تجھے گوبر دیتا ہوں۔ سو تو اپنی روٹی اس سے پکانا" (معاذ اللہ)

(حزقیل ۴:۱۵)

خیر یہ حوالہ جات تو ضمناً آ گئے ہیں۔ یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ جھوٹ افترا آپ لوگوں کے بائیں ہاتھ کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کسی حدیث یا معتبر روایت میں نہیں ہے کہ حضرت مسیح کی تصویر کعبہ میں موجود ہے۔ بلکہ حضرت جابر رضؓ سے یوں روایت ہے جو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۹۳ میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر عمر بن الخطاب زمن الفتح ان یاتی الکعبۃ فیمحق کل صورۃ فیھا (ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر فاروقؓ کو فرمایا۔ کعبہ کے اندر جتنی تصاویر ہیں سب مٹا دیں" بلکہ روایات میں یہ بھی آتا ہے۔ کہ کوئی صورت رہ گئی تو آپ نے پانی منگا کر بدست مبارک خود مٹائی اور فرمایا: لعنت کرے خدا ان پر جو ان تصویروں کو بناتے ہیں (طحاوی عن اسامہؓ) اور ہماری کتب فقہ و عقائد و فتاوے میں مصرح ہے کہ جو شخص کسی تصویر یا مورت یا بُت یا اور چیز کی طرف سجدہ بہ نیت اس کی پرستش کرتا ہے۔ وہ قطعاً کافر ہے۔ (شرح فقہ اکبر، فتاوے عالمگیر) ہر ایک کو اپنے اوپر ہی نہ قیاس کر لیا کرو، کہ جیسے ہم نے گرجوں میں مسیح اور مریم کی تصاویر پرستش کے لئے لٹکا رکھی ہے۔ شاید مسلمان بھی یونہی کرتے ہوں۔ اسلام توحید سکھاتا ہے۔ مسیحیت شرک بتلاتی ہے۔

عیسائی: مسیح خدا کی رحمت ہے۔ اس وجہ سے اس کی افضلیت واضح ہے۔

مسلمان: یہ جزئی بھی کوئی امتیازی نہیں۔ کیا باقی انبیاء خدا کا غضب تھے۔ سب انبیاء باعث ہدایت و رحمت و فضل و صداقت و برکت و نجات تھے۔ البتہ سب سے بڑھ کر رحمت اتم و فضل اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یعنی تمام مسلم و کافر جن و انس عوالم بحری و بری علوی و سفلی کے لئے رحمت عام ہیں کہ ان کی ذاتِ بابرکت کے زمین پر ہونے کی برکت سے دُنیا پر کوئی عذاب نہیں آتا۔ جیسا کہ سابقہ انبیاء کے مخالفین پر آتا تھا۔

عیسائی: مسیح نے عالم ارواح میں جاکر منادی کی جہاں کسی نبی پیغمبر نے نہیں کی۔ لکھا ہے:۔

"وہ جسم کے اعتبار سے تو مارا گیا لیکن روح کے اعتبار سے زندہ کیا گیا۔ اسی میں اس نے جاکر ان قیدی روحوں میں منادی کی۔" (۱ پطرس ۳/۱۸)

مسلمان: پادری صاحب! آپکو چاہیئے تھا کہ افضلیتِ مسیح کو صرف کتب اسلام سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ میری وسعت ظرفی سمجھیئے کہ آپ کو بائیبل کے حوالہ جات کا بھی جواب دے رہا ہوں۔ ورنہ مخالف کے سامنے .... تو اسی کی کتاب کے حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ پطرس کے اس خط کے علاوہ آپ کے پاس کوئی آیت یا روایت نہیں۔ لیکن ہم اس کے مقابلہ میں کئی اسلامی آیات و احادیث اور روایات سے دکھا سکتے ہیں۔ کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزِ میثاق، شبِ معراج عالم ارواح میں ملائکہ اور انبیاء و اولیاء کی روحوں کو سبق توحید و طریقہ مکالمہ باللہ سکھایا۔ اور ان کے امام بن کر انہیں نماز پڑھائی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ یہ احادیث و روایات غیر مسلموں کے لئے کافی نہیں ہیں، تو ہم بھی کہہ دیں گے۔ آپ کی محرف بائیبل کی آیات ہم مسلموں کے لئے کافی نہیں ہیں۔

عیسائی۔ افضلیتِ مسیح یوں بھی ثابت ہے کہ شفیع اور وسیلہ صرف اسی کی ذات والا صفات ہے باقی سب محتاج شفاعت۔ لکھا ہے:۔

"یسوع نے ان سے کہا کہ راہ حق اور زندگی میں ہوں۔ کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔" (یوحنا ۱۴/۶)

دوسری جگہ یوں لکھا ہے:۔

"اسی لئے جو اس کے وسیلہ سے خدا کے پاس آتے ہیں۔ وہ انہیں پوری پوری نجات دے سکتا ہے۔ کیوں کہ وہ ان کی شفاعت کے لئے ہمیشہ زندہ ہے۔" (عبرانیوں ۷/۲۵)

مولوی صاحب! یہ ہیں وہ حوالے جو مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں مسیح کو افضل مانوں۔

مسلمان:۔ بے شک ہم مسلمان ایمانداروں کے ہاں حضرت مسیحؑ دیگر انبیاء و رسل کی طرح وسیلہ ہیں۔ شفیع ہیں۔ مگر حصر اور تخصیص سے یہ کہنا کہ مسیح کے بغیر کوئی نبی بھی وسیلہ یا شفیع نہیں۔ یہ سراسر غلط ہے میں آپ ہی کی کتابِ مقدس سے آپ کی دلیل کا بطلان ثابت کرتا ہوں۔ چوں کہ قرآن و حدیث

تو آپ کے لئے نا قابلِ قبول ہیں۔ جادو وُہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

پیدائش $\frac{۱۸}{۲۲}$ تا $\frac{۱۸}{۳۳}$ پر ابراہیم علیہ السلام کا خدا سے مکالمہ درج ہے۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے بالکل واضح ہے کہ ابراہیم شفیع ہیں۔ اور آپ کی دُعا و درخواست سے عذاب ٹل گیا۔"

موسیٰ و ہارون بھی شفیع ہیں۔ سنیئے

"فرعون نے کہا میں تم کو جانے نہیں دوں گا۔ تاکہ خداوند اپنے خدا کے لئے بیابان میں قربانی کرو لیکن تم بہت دُور مت جانا اور میرے لئے شفاعت کرنا۔" (خروج $\frac{۸}{۲۸}$)

"تو مصر سے لے کر یہاں تک ان لوگوں کے گناہ معاف کرتا رہا ہے اب بھی معاف کر دے گا خداوند نے کہا میں نے تیری درخواست کے مطابق معاف کیا۔" (خروج $\frac{۸}{۲۸}$)

تشریح: اس ورس سے ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی شفیع ہیں۔

"سو فقط اس بار میرا گناہ بخشو اور خداوند اپنے خدا سے شفاعت کرو۔ کہ وہ صرف اس موت کو مجھ سے دُور کرے۔" (خروج $\frac{۱}{۱۷}$)

تشریح: اس ورس سے بھی ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام شفیع ہیں۔

یرمیاہ نبی بھی شفیع ہیں۔

"یاد کر کہ میں تیرے حضور کھڑا ہوا۔ کہ ان کی شفاعت کروں۔ اور تیرا قہر ان پر سے ٹلا دوں۔" (یرمیاہ $\frac{۱۸}{۲۰}$)

اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شفیع اعظم ہیں۔ جو قیامت کے دن ہم گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ قدرت کی طرف سے ارشاد ہوگا:

"واشفع تشفع" (شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت مانی جائے گی) اس شفیع اعظم کے متعلق خود مسیح علیہ السلام نے فرمایا:

"میں باپ سے درخواست کروں گا وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔" (یوحنا $\frac{۱۴}{۱۶}$)

دوسرے مقام پر یوں فرمایا:-

"اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیوں کہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔" (یوحنا ۱۴/۳۰)

تشریح: ان دونوں آیات نے بتایا کہ مسیح نے اپنی زبان سے ہمارے آقا و مولیٰ کو سردار اور مددگار کے لفظوں سے یاد کیا۔ لہٰذا مسیح کا شفیع ہونا بھی کوئی امتیازی جزبی نہ رہی۔

عیسائی: مسیح کی آواز سن کر قیامت کو مردے زندہ ہوں گے۔ بائیبل کے تو بے شمار مقامات سے یہ چیز ثابت ہے۔ اور قرآن بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ واستمع یوم ینادی المنادی من مکان قریب۔ (منادی سے مراد مسیح ہی ہیں)

مسلمان: پادری صاحب! مولوی سے بات کر رہے ہو ذرا ہوش سے بولو۔ یہ گرجا نہیں ہے۔ کہ جاہل عوام کو اُلّو بنا کر داد حاصل کر لوگے۔ قرآن کا علم علمائے اسلام کے ہاں ہے۔ اگرچہ قرآن کریم آسان بھی ہے۔ مگر بوجہ جامع البیانی اور کثیر المعانی کے، بغیر اُستادِ کامل کے سمجھا بھی نہیں جاسکتا۔ تمام اسلامی تفاسیر میں موجود ہے کہ منادی سے مراد یہاں اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ یہ دلیل آپ کی اسلامی علوم سے جہالت کی بیّن دلیل ہے۔

عیسائی: مسیح کی افضلیت یوں بھی ثابت ہے کہ وہ خاتم النبیین والمرسلین بھی ہیں۔ یہ صفت کسی اور پیغمبر کی نہیں۔ لکھا ہے:

"اس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا۔" (عبرانیوں ۱/۲)

مسلمان: پادری صاحب! اس ورس کا مفہوم مولوی سے سمجھئے۔ اس ورس کا مطلب یہ ہے:

"کہ مسیح بنی اسرائیل کے انبیاء کا آخری نبی ہے۔ اس سے مجھے کیا انکار ہو سکتا ہے۔ اور بائیبل کا تناقض یونہی ختم ہو سکے گا۔ کہ مسیح کو بنی اسرائیل کا آخری نبی مانیں۔ کیوں کہ بائیبل کے بے شمار حوالہ جات سے اجرائے نبوت بعد از مسیح ثابت ہے۔ سنئے

"انہیں دنوں چند نبی یروشلم سے انطاکیہ میں آئے۔" (اعمال ۱۱/۲۷)

تشریح: یہ مسیح کے رفع آسمانی کے بعد کی بات ہے۔ معلوم ہوا بعد میں نبی تھے۔

"انطاکیہ میں اس کلیسا کے متعلق جو وہاں تھی کئی نبی اور معلّم تھے۔" (اعمال ۱۳/۱)

"اور یہوداہ اور سیلاس نے جو خود بھی نبی تھے، بھائیوں کو بہت سی نصیحت کر کے مضبوط کر دیا۔" (اعمال ۱۵/۳۲)

"روح القدس ان پر نازل ہوا۔ اور وُہ طرح طرح کی زبانیں بولے اور نبوت کرنے لگے۔" (اعمال ۱۹/۶)

ذکر نفی میں دس کے قریب حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ کوئی ذاتِ مقدس آنیوالی ہے جس کی بے شمار صفات سے ایک صفت خاتم النبیین ہے اور وُہ ہیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

عیسائی: مسیح کی افضلیت اس طرح بھی ثابت ہے کہ خدائے پاک نے اسے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ یہ خصوصیت کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا مسیح تمام نبیوں سے افضل ثابت ہوا۔

مسلمان: پادری صاحب جو بغیر باپ کے پیدا ہو تو وُہ افضل ہوا۔ لہٰذا جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہو وُہ افضل ترین ہوا۔ لہٰذا ہر پہلا انسان، ہر پہلا پرندہ، ہر پہلا درندہ، ہر پہلا جانور جو قدرت نے پیدا کیا ہے وُہ بغیر ماں باپ کے ہی پیدا کیا ہے۔ لہٰذا یہ سب مسیح سے افضل ترین ہوئے۔ ؏

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کے　　جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

عیسائی: کیا مسیح کی افضلیت اس سے ثابت نہیں ہوتی۔ کہ جس نے جب چاہا جو چاہا معجزہ مانگا۔ مسیح نے فوراً دکھا دیا۔ اس کے برعکس حضرت محمد صاحب سے کئی دفعہ معجزہ مانگا گیا۔ مگر اپنے عجز کا اقرار کیا۔ میرے اس دعوے کے لئے بے شمار قرآنی آیات موجود ہیں۔ مثلاً سورہ عنکبوت پارہ ۲۱ میں ہے: وقالوا لولا انزل علیہ آیات من ربہ قل انما الایات عند اللہ و انما انا نذیر مبین۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت محمد صاحب فرمایا۔ معجزات تو اللہ کے پاس ہیں۔ میں ڈرسنانے والا ہوں۔ نیز سورۃ یونس پارہ گیارہ میں ہے۔ ویقولون لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ فقل انما الغیب للہ۔ یہ آیت بھی صاف بتلاتی ہے کہ آنحضرت کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا ان کے علاوہ بھی آیات ہیں۔

مسلمان: پادری صاحب! آپ نے خوب ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معجزات کی نفی ثابت ہو جائے۔ کاش آپ ذرہ بھر بھی انصاف و عقل رکھتے تو یہ کمزور ترین اعتراضات نہ کرتے۔ آپ نے جو آیات پڑھی ہیں ان میں "آیۃ" کا لفظ موجود ہے اور لفظ "آیۃ" قرآن حکیم میں چند معانی میں مستعمل ہے۔ سنئے

(۱) نقرہ و آیۃ قرآنی (۲) معجزہ و خرق عادات انسانی (۳) دلیل و مشاہد برہانی (۴) نشانِ ہلاکت و قہر آسمانی (۵) نشانِ عبرت و نشان قدرت ربانی۔

میرے پاس پہلے معنی کی تائید میں یہ آیۃ کریمہ ہے۔

وقالوا لولا یکلمنا اللہ او تاتینا آیة ، اس سے مراد فقرہ اور آیت ہے ۔

دوسرے معنیٰ کی تائید کے لئے یہ آیۃ کریمہ موجود ہے ۔

اقتربت الساعة وانشق القمروان یروکل آیة

تیسرے معنیٰ کی تائید کے لئے یہ آیۃ کریمہ موجود ہے ۔

اولم یکن لہ آیة ان یعلمہ ۔

اور چوتھے معنیٰ کی تائید کے لئے یہ آیۃ کریمہ موجود ہے ۔

ومانرسل بالآیات الا تخویفا ۔

اور پانچویں معنیٰ کی تائید کے لئے یہ آیۃ کریمہ موجود ہے ۔

ان فی ذلک لآیات لقوم یذکرون ۔

اور وُہ آیات جو آپ نے پیش کی ہیں ان میں لفظ آیہ چوتھے اور پانچویں معنیٰ میں ہی مستعمل ہے ۔ پادری صاحب ! اب ایک حوالہ بائیبل کا بھی سُن لیجیے !

" مسیح سے فریسیوں نے معجزہ مانگا ۔ تو آہ کھینچ کر کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا " (مرقس ۸/۱۲)

؎ یوں نظر جائے نہ برچھی تان کر ٭ اپنا بے گانہ ذرا پہچان کر

عیسائی : مسیح کی ولادت کا ذکر قرآن میں صریح طور پر موجود ہے ۔ اس کے برعکس کسی نبی کا ذکر قرآن نے بیان نہیں کیا ۔ لہٰذا مسیح افضل ثابت ہوا ۔

مسلمان : اس میں حکمت یہ ہے کہ مسیح کی ولادت پر مخالفوں نے اعتراض کیا ۔ بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے ۔ اس کے برعکس کسی اور پیغمبر کی ولادت پر ایسا ہنگامہ برپا نہ ہوا ۔ جیساکہ مسیح کی ولادت پر ہوا ۔ مخالفین نے جو بہت بڑا الزام لگایا اس کی برأت قرآن مجید نے کی اور عیسائیت پر بڑا بھاری احسان کیا ۔ مگر آپ پھر بھی منکر ہیں ۔ قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جس نے مریم اور مسیح علیہ السلام کے مقام کو واضح کیا ، کیا بائیبل کے کسی جزء سے دونوں ماں بیٹے کی تقدس ثابت کرسکیں گے ۔ ہرگز نہیں ۔ بجائے اعتراض کرنے کے قرآن کا احسان مان لو ۔

پادری صاحب ! مختصر ختم کروں ۔

آدم، شیث، نوح، ابراہیم، ایوب، شعیب، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، انبیاء بنی اسرائیل کے کل اعداد ۲۵۸۵ ہیں۔ اور محمد، خاتم، جملہ پیغمبران وانبیاء کے بھی ۲۵۸۵ ہیں۔

عیسائی: مسیح کا شیر خوارگی کے عالم میں باتیں کرنا۔ کتاب دیا جانا۔ اور اپنے کو نبی بتانا، تمام انبیاء پر اس کی افضلیت کی صریح دلیل ہے۔ اس کے برخلاف حضرت محمد صاحب نے نبی ہونے کا دعوےٰ بقول علمائے اسلام چالیس برس کے بعد کیا۔ لہذا مسیح ان سے افضل ہوا۔

مسلمان: بے شک مسیح علیہ السلام نے بچپن میں کلام کیا۔ جس کا ذکر سورۂ مریم میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔ کہ میں خدا کا بندہ ہوں (مجھ پر الٰہ ہونے یا ابن اللہ ہونے کا الزام نہ لگانا) مجھے قدرت نے ایک کتاب بھی دی ہے اور نبی بھی بنایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: "خدا نے مجھے برکت والا، نماز پڑھنے والا، زکوٰۃ کا امر کرنے والا۔ اپنی والدہ کا وفادار بیٹا بنایا۔ میں مخالفین کی ہر تہمت سے جو میرے اوپر یا میری والدہ پر لگا رہے ہیں پاک ہوں۔ ایام ولادت سے لے کر موت تک قطعاً سلامتی میں ہوں اور حشر کے دن بھی ایسے دعووں اور تہمتوں سے بری اٹھوں گا۔ یہ ہے مسیح کی گفتگو جو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ مسیح کی ان صفات کی مثال تو موجودہ اناجیل سے عشیر عشیر بھی ثابت نہیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ جس مسیح کو آپ مانتے ہیں اس میں ایسی صفات تھیں۔ جو قرآن حکیم ذکر کر رہا ہے۔ یقیناً نہیں تھیں۔ قرآن کریم نے فرمایا: مسیح بابرکت ہے۔" بائیبل نے ایسی برکت کا ذکر کیا: اگر تازہ پھلدار درخت کے پاس جائیں تو وہ خشک ہو جائے۔"

قرآن نے فرمایا: "مسیح والدہ کا فرماں بردار۔"

بائیبل نے کہا، "ماں کو اے عورت کہہ کر بلاتا تھا۔" جو صریح گستاخی ہے۔

قرآن نے فرمایا: مسیح کی ولادت اور موت اور حشر کے دن سلامتی والے ہیں۔"

بائیبل نے کہا: صلیب پر مرا، چلا چلا کر مرا، لعنتی ہو کر مرا۔" (معاذ اللہ)

قرآن نے فرمایا، "مسیح دیگر انبیاء کی طرح معصوم۔"

بائیبل نے کہا، غیر عورتوں سے تیل بھی ملوایا کرتا تھا۔"

یہ تمام حوالہ جات تفصیلاً اسی باب میں پیچھے گزر چکے ہیں۔ رہا یہ کہ مسیح نے پیدا ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا چرچا رب تعالےٰ نے عالم ارواح میں ہی کر دیا

تھا۔ اور تمام انبیاء سے وعدہ لیا۔ کہ اگر میرا رسول تمہارے پاس آجائے تو اس پر ایمان لانا اور اسکی امداد کرنا۔ اس وعدہ میں جناب مسیح بھی شامل تھے۔ قرآن حکیم اس آیت میں ذکر فرماتا ہے:۔

واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن به ولتنصرنه ۔ نیز حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ۔ (میں اس وقت بھی نبی تھا۔ جب آدم ابھی پانی اور مٹی میں تھا۔) لہٰذا یہ بھی مسیح کی کوئی امتیازی جزی نہیں۔ رہا کتاب کا مل جانا تو یہ ایک پیش گوئی ہے۔ جس کا ظہور بعد میں ہوا۔ اور ماضی مستقبل کے معنیٰ میں استعمال ہوتی رہی ہے۔ اقتربت الساعة وانشق القمر۔

چلئے میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ تو مسیح کی ولادت کے وقت ان کے لئے کتاب ثابت کر رہے ہیں۔ آج ہزاروں برس کے بعد بھی مجھے کوئی انجیل مسیح دکھا دیجئے۔ ہاں جناب ذرا ہوش سے بولو، ذرا آنکھیں کھول۔ رہا بچپن میں باتیں کرنا تو یہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی ثابت ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں، امام سیوطی نے خصائص میں۔ ملا معین کاشفی نے معراج النبوۃ میں۔ شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں۔ اور دیگر علمائے اسلام نے کتب سیرت میں ذکر کیا ہے۔

کہ "حضور علیہ السلام نے بعد از ولادت فوراً سجدہ میں سر رکھا اور امتی امتی فرمایا۔ جب سر اٹھایا تو لا الہ الا الله انی رسول الله فرمایا۔ لہٰذا یہ مسیح کی کوئی امتیازی جزی نہ رہی۔

عیسائی: قرآن میں صاف طور پر ذکر ہے کہ جس وقت مسیح کو دشمنوں نے پکڑنا چاہا تو آسمان سے فرشتے آئے اور انہیں بجسد عنصری اٹھا کر لے گئے اور مسیح محفوظ رہا۔ لیکن جب مکہ میں حضرت محمد صاحب پر محاصرہ کیا تو کوئی فرشتہ بچانے نہ آیا اور نہ آسمان پر پہنچائے گئے۔ عام لوگوں کی طرح پیادہ چل کر غاروں میں جا چھپے۔ کیا زمین و آسمان کا فرق نہیں۔

مسلمان: پادری صاحب! قرآنی مسیح ابن مریم ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ قرآن نے ذکر کیا۔ وہ دشمنوں سے محفوظ رہ کر آسمانوں پر زندہ اٹھا لیا گیا۔ مگر انجیلی مسیح ابن یوسف ایسا نہ تھا۔ بلکہ موجودہ انجیل نے کہا وہ دشمنوں کے حوالے کیا گیا۔ دشمنوں نے اس کے منہ پر مکے مارے، کوڑے لگائے، حواریوں نے لعنتی کہا اور دشمنوں سے نہ بچ سکا۔ انجیلی مسیح تو قرآنی مسیح کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو ہمارے نبی کریم حضور

پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقابلہ میں کیوں کر ٹھہر سکتا ہے۔ افضل ہونا تو محال ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ نے یہ تو مان لیا کہ حضرت محمد سلامتی سے نکل گئے تھے۔ جیسے بھی گئے۔ یہ نہ خیال کیا کہ نکل کیسے گئے جب کوئی بھی امدادی نہ تھا۔ آپ کے انجیل کی طرح وہ تہبند چھوڑ کر نہیں بھاگ نکلے تھے۔ لکھا ہے:۔

"مگر وہ چادر چھوڑ کر ننگا بھاگ گیا" (مرقس ۱۴/۵۲)

اور ایلیاہ کی طرح آتشی بگولے میں ہو کر آسمان کی طرف نہیں اُڑ گئے اس محاصرہ سے اس انداز میں نکل جانا ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی افضلیت کی صاف دلیل ہے۔ حفیظ جالندھری نے اپنے انداز میں یوں لکھا ہے:۔

اندھیرے میں چمک اٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں
نظر آیا کہ ہیں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں

یہ آدھی رات کا عالم یہ ہیبت ناک نظارا
مگر ڈرتا نہ تھا باطل سے وہ اللہ کا پیارا

وہ ورتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
تلاوت سورۂ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا!

کھنچی ہی رہ گئیں خوں ریز خوں آشام شمشیریں
کسی نے کھینچ دی ہوں جسطرح کاغذ کی تصویریں

نیز یہ کہ زمین چھوڑ کر آسمان پر پہنچ جانا کسی دشمن سے بچ جانا کوئی کمال ہی نہیں اس لئے کہ وہاں تک دشمن کی رسائی ہی نہیں۔ کمال اسی کا نام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بھی رہے۔ دشمن کے سامنے رہے۔ مگر محفوظ رہے"

اپنا ملک چھوڑ کر چلا جانا اور پھر دشمن سے بچ نکلنا یہ کونسا کمال ہے؟ قرآن حکیم میں قادرِ مطلق نے اپنے پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا کہ "واللہ یعصمک من الناس" تیرا رب تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔"

باب پنجم

تردید مسئلہ کفارہ میں

عیسائی : مسیح نے ہمارے لئے اپنی قیمتی جان فدیہ میں بخوشی دی ۔ تاکہ اس کی جان ہمارے لئے گناہوں کا کفارہ بن سکے اور ہم اس کے حقیقی باپ کے سامنے پیش ہو کر نجات حاصل کریں ۔

بائبل میں لکھا ہے :۔

"کیوں کہ ابن آدم بھی اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے میں فدیہ دے ۔" (مرقس ۱۰ ؍ ۴۵)

دوسری جگہ پر یوں لکھا ہے ۔

"اپنی جان ہی کا دُکھ اٹھا کر وُہ اسے دیکھے گا ۔ اور سیر ہو گا ۔" (یسعیاہ ۵۳ ؍ ۱۱)

کلام مقدس کے یہ حوالے بتاتے ہیں کہ مسیح نے اپنی جان ہمارے فدیہ میں دی ۔

مسلمان : پادری صاحب ! مجھے ان حوالہ جات اور آپ کی تقریر سے تین چیزوں کا پتہ چلا ہے ۔ پہلے حوالہ سے تو یہ ظاہر ہے ۔ کہ "مسیح ابن آدم ہے ۔ ابن خُدا نہیں ۔" دوسری چیز یہ ہے کہ "مسیح کفارہ یا فدیہ ہے ۔" تیسری چیز یہ ہے کہ "بخوشی"

اوّلاً تو یہ عرض کرتا ہوں کہ مسیح تمام بنی آدم کے لئے فوت ہوا تھا ۔ تو چاہیئے تھا کہ اس کے بعد کوئی نہ مرتا ؟ اگر آپ یہ فرمائیں کہ مسیح کا مرنا لوگوں کے گناہوں کے لئے تھا ۔ تو میں عرض کروں گا ۔ کہ اس واقع صلیب کے بعد دنیا میں بنی آدم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ۔ اگر آپ یہ فرمائیں کہ گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں ۔ مگر مسیح کی موت کے باعث گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور گنہگار بخشا جاتا ہے ۔ تو میرا اعتراض بدستور ہے ۔ پھر گناہوں سے بچنا اور نیکیاں کرنا ضروری نہ رہا ، ہر گنہگار خواہ کافر ہو یا

مشرک یا کسی دین سے متعلق ہو لبس ناجی ہے ۔ مسیحت بھی شرط فضول بن گئی ۔ اگر آپ یہ کہیں کہ یہ کفارہ صرف مسیحوں کے لئے مفید ہے "تو تمام بنی آدم کے لئے نہ رہا" تو اب ہمیں ضرورت تھی کہ کسی شفیع اعظم کے متلاشی ہوں ۔ لہذا ہمارے عجز اور بے چارگی کو دیکھتے ہوئے ۔ اللہ تعالے جل مجدہٗ نے ہمیں رحمۃ للعالمین عطا فرمایا ۔ الحمد علیٰ ذٰلک اور پھر یہ مسئلہ کفارہ آپ کی مقدس کتاب کے بھی خلاف ہے ۔ کان لگائیے اور غور سے سنئے : آپ کی کتاب مقدس میں لکھا ہے :۔

"جو جان گناہ کرتی ہے ۔ وہی مرے گی ۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا ۔ اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ ۔ صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے"

(حزقیل ۱۸/۲۰)

تشریح : اس ورس سے واشگاف الفاظ میں واضح ہے ۔ کہ مسئلہ کفارہ محض ایک من گھڑت ساہی مسئلہ ہے ۔ اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ۔

دوسری جگہ پر یوں لکھا ہے :۔

لیکن جو شخص بے باک ہو کر گناہ کرے خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی وہ خدا کی اہانت کرتا ہے ۔ وہ شخص اپنے لوگوں میں کاٹ ڈالا جائے گا ۔ کیوں کہ اس نے خداوند کے کلام کی حقارت کی ، اور اس کے حکم کو توڑ ڈالا ۔ وہ شخص بالکل کاٹ ڈالا جائے گا ۔ اس کا گناہ اسی کے سر لگے گا"

(گنتی ۱۵/۳۱)

تیسری جگہ یوں درج ہے :۔

"لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصّے ہوگا ۔ وہ عدالت میں سزا کے لائق ہوگا" (متی ۵/۲۲)

تشریح : معلوم ہوا کہ بھائی پر غصہ کرنے والے کو بھی مسیح کا کفارہ مفید ثابت نہ ہوگا ۔ چہ جائے کہ ایک خدا اور اس کے رسولوں کا منکر ہو وہ بچ سکے ۔

چوتھی جگہ یوں درج ہے :۔

"اور جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات کہے گا وہ تو اسے معاف کی جائے گی ۔ مگر جو کوئی روح القدس کے خلاف کوئی بات کہے گا وہ اسے معاف نہ کی جائے گی" (متی ۱۲/۳۲)

تشریح : معلوم ہوا روح القدس کے خلاف کہنے والے کو بھی مسیح کا کفارہ مفید ثابت نہ ہوگا ۔

پانچویں جگہ یوں لکھا ہے :۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہت کے وارث نہیں ہوں گے ۔ فریب نہ کھاؤ ، نہ حرام کار خدا کی بادشاہی کے وارث ہوں گے ۔ نہ بت پرست نہ زناکار ، نہ عیاش نہ لونڈے باز نہ چور نہ گالیاں بکنے والے نہ ظالم" (اکرنتھیوں ۶/۹)

تشریح : اس درس نے تو بالوضاحت بیان کر دیا کہ یہ لوگ نجات حاصل نہیں کریں گے ۔ یعنی انہیں مسیح کا کفارہ مفید ثابت نہ ہوگا ۔

اب پادری صاحب آپ ان لوگوں کا ذکر فرمائیں جن کے لیے مسیح کا کفارہ باعثِ نجات ہے ۔ شاید کفارہ مسیح نیکوں اور پرہیزگاروں اور خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ہوگا" کفارہ خوب ہے ۔ ماشاء اللہ ۔

چھٹی جگہ یوں ذکر ہے :۔

"کیونکہ ہر شخص اپنا ہی بوجھ اٹھائے گا" (گلیتوں ۶/۵)

پادری صاحب ! ان حوالہ جات پر دیانتداری سے غور کیجئے ۔

اب دوسری بحث سنئے کہ "جان بخشی دی" آپ کا یہ کہنا کہ مسیح نے جان بخشی دی ۔ یہ بھی انجیل کے حوالہ جات کے صریح خلاف ہے ۔ انجیلی حوالہ جات سے بالکل ظاہر ہے کہ مسیح نے جان بخشی نہیں دی سنئے :۔ " پھر ذرا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یوں دعا کی ۔ اے باپ ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے" (متی ۲۶/۳۹)

اسی باب کے اکتالیسویں درس میں یوں ہے :

"پھر اس نے دوبارہ جا کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ ! اگر یہ میرے پئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو"

تیسری جگہ یوں ہے :۔

"اور ان سے کہا ! میری جان نہایت غمگین ہے ۔ یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے ۔ تم یہاں ٹھہرو اور جاگتے رہو ۔ اور وہ تھوڑا آگے بڑھا اور زمین پر گر کر دعا کرنے لگا کہ ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے ۔ اور کہا اے ابا اے باپ ! تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے ۔ اس

پیالہ کو میرے پاس سے ہٹا لے۔" (مرقس ۱۴/۳۶)
چوتھی جگہ یوں لکھا ہے:۔
"اب میری جان گھبراتی ہے۔ پس میں کیا کہوں اے باپ! مجھے اس گھڑی سے بچا۔ لیکن میں اسی سبب سے تو اس گھڑی کو پہنچا ہوں۔" (یوحنا ۱۲/۲۷)
پانچویں جگہ یوں لکھا ہے:۔
"اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا: "ایلی ایلی لما شبقتنی" یعنی اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" (متی ۲۷/۴۶)
تشریح: ان پانچوں حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ مسیح نے جان بخوشی نہیں دی۔ بلکہ چھٹکارے کے لئے چلا چلا کر منتیں، سماجتیں کر کر کے دعائیں مانگتا تھا۔ کچھ سمجھے پادری صاحب؟
دوسری طرف انتقال جان جاناں، ایمان ایمانیاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملاحظہ ہو۔ فرشتہ پیغام لاتا ہے،
"یا محمد ان اللہ قد اشتاق الی لقائك۔" یعنی اے حبیب! خدا خود بذاتہ المقدسہ آپکی ملاقات کا مشتاق ہے۔" تو جواب میں فرمایا: یا ملك الموت امض بما امرت۔" اے عزرائیل تو جو کچھ حکم کیا گیا ہے کر۔" بعض احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات یہ درج ہیں:۔
لا الہ الا اللہ اللھم الرفیق الاعلیٰ۔
عیسائی: قرآن انجیل پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ اور اسی انجیل میں ہے کہ مسیح مصلوب ہوا اور ہمارے لئے کفارہ بنا۔ مسئلہ کفارہ کا انکار حقیقت میں قرآن کا انکار ہے۔ قرآن کی ایک آیت کا انکار سب قرآن کا انکار ہے۔ جب انجیل پر ایمان نہ ہوا تو قرآن کا انکار ہو گیا۔
مسلمان: بے شک قرآن حکیم آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ مگر آپ کی موجودہ بائیبل اس قسم سے یقیناً خارج ہے۔ کیوں کہ یہ ملفوظات انبیاء، و تاریخ انبیاء، یا غیر انبیاء کا مجموعہ ہے۔ اس بائبل کے خدائی کتاب بذریعہ جبرائیل امین ہونے پر آپکے ہاں کوئی قاطع دلیل نہیں، بلکہ آپ لوگوں ہی میں سے بعض کا عقیدہ ہے کہ کوئی کتاب بذریعہ فرشتہ انبیاء پر نہیں آئی۔ ہاں روح القدس کے القائی القلب اور تفہیم باطنی کے ذریعہ لکھی گئی ہے۔

پادری جے جے لوکس نے اپنی تفسیر عبرانیوں مطبوعہ لاہور ص ۹ سنہ ۱۹۳۱ء پر اپنی عبارت میں میرے اس دعوے کی تصدیق کی ہے "نیز قرآن حکیم انجیل پر ایمان لانے کا ضرور حکم فرماتا ہے۔ مگر وہ انجیل جو کہ مسیح علیہ السلام پر اُتری نہ کہ انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا پر۔ پادری دوستوں سے مشورہ کر کے ایک انجیل مسیح بھی لکھ ڈالو، کونسی بڑی بات ہے۔ یہ تو ادنیٰ سا کرشمہ ہوگا۔ آپ کی اس محرف انجیل کے نہ ماننے سے نہ قرآن کا انکار لازم آتا ہے۔ نہ کفارہ کا اقرار۔

نیز بے شمار انجیلیں لکھی گئی ہیں۔ جن میں سے اب صرف چار ہیں دستیاب ہیں۔ انجیل برنا بادہ۔ جس نے آپ کے آپ کے تمام مسائل باطلہ پر پانی پھیر دیا" وُہ لندن، مصر کے کتب فروشوں سے مل سکتی ہے۔

ہارن صاحب بہادر لکھتے ہیں: مروجہ اناجیل کے علاوہ ۱۲۰ انجیلیں تھیں۔ جن کو خارج کیا گیا ہے۔

(انٹرڈکشن ہارن صاحب جلد ا ص ۲۴۲۔ الفارق)

عیسائی: مسئلہ کفارہ کی وضاحت خود بھی مسیح نے کی اور رسولوں نے بھی تائید کی۔ کیا یہ سب آپ کے جھوٹے ہیں۔ اور صرف آپ ایک سچے ہیں۔

مسلمان: پادری صاحب! مجھے تو آپ بفضلہ تعالےٰ جھوٹا ثابت نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی آپ سے پہلے آپ کے مایہ ناز ساخت پادری بھائی جھوٹا ثابت کر سکے ہیں۔

آپ کے پیش کردہ دو جوابات کے جواب میں کتاب مقدس کے متعدد حوالہ جات پیش کر دیئے گئے ہیں۔ رہی رسولوں کی بات تو رسولوں میں سب سے زیادہ مقتدر رسول آپ پولوس کو مانتے ہیں۔ اور اسی کی ہی تعلیم آپ لوگوں میں کارفرما ہے۔ اجازت ہو تو پولوس کی تشریکیہ تعلیم کی بعض تائیدی جزئیات پیش کر دوں۔ سنیئے:

مسیح نے فرمایا ہے:۔

"کیوں کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے۔" (متی ۲۳/۳۹)

دوسرے مقام پر یوں لکھا ہے:۔

"اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے، تو یقین نہ کرنا۔" (۲۴/۲۳)

تشریح: ان دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ مسیح رفع آسمانی کے بعد کسی کو نہیں ملا۔ اب جو شخص یہ کہے کہ مجھے مسیح ملا ہے۔ وُہ جھوٹا ہے۔ اور انجیل کی دونوں آیات کی تکذیب کر رہا ہے۔ اب ذرا اپنے

مقتدر رسول پولوس صاحب کی سنیئے کیا کہتے ہیں۔

"میں نے دوپہر کے وقت راہ میں دیکھا کہ سورج کے نور سے زیادہ ایک نور آسمان سے میرے ہم سفروں کے گرداگرد آ چمکا۔ میں نے کہا اے خداوند تو کون ہے۔ خداوند نے فرمایا میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔" (اعمال ۲۶/۱۵)

تشریح: ماننا پڑے گا یا تو مسیح نے جھوٹ بولا۔ یا پھر جناب پولوس سخت ترین کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ گو آپ مسیح کی شان میں جھوٹ سے بھی زیادہ بدترین باتیں کہہ جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی امید ہے کہ آپ مسیح کو جھوٹا نہیں کہیں گے۔ بلکہ پولوس کو ہی کہیں گے کیوں کہ مسیح کی تکذیب سے پولوس کی تکذیب آسان ہے۔ پھر اسی حوالہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ پولوس اپنی غلط تعلیم کے باعث مسیح کو ستاتا تھا۔

توراۃ میں ختنہ کی رسم کو دائمی یعنی غیر منسوخ کہا گیا ہے"۔

"اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے۔ سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔" (پیدائش ۱۷/۱۰)

"اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی ہوگا۔" (پیدائش ۱۷/۱۳)

"اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا۔" (پیدائش ۱۷/۱۱)

"اور وُہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہُوا۔ اپنے لوگوں سے کاٹ ڈالا جائے گا۔ کیوں کہ اس نے میرا عہد توڑا۔" (پیدائش ۱۷/۱۴)

تشریح: ان چاروں حوالہ جات سے جسم کے ختنہ کا ابدی اور عہد خداوندی ہونا اور غیر مختون کا جماعت سے ہی علیحدہ ہونا واضح ہے۔ مگر ذرا جناب پولوس کی بھی سنیئے۔ لکھا ہے:۔

"بلکہ یہودی وہی ہے جو باطن میں ہے اور ختنہ وہی ہے جو دل کا اور روحانی ہے نہ کہ لفظی۔" (رومیوں ۲/۲۹)

پادری صاحب! سُنا پولوس صاحب کیسے شریعتِ ابراہیمی کو تباہ اور خراب کر رہے ہیں۔ ایسے رسولوں کی صداقت پیش کرتے ہو۔ اور سنیئے جناب مسیح نے کبھی مکاری دھوکہ بازی سے تعلیم نہیں دی، اور نہ ہی یہ کسی پیغمبر کی شان ہے۔ مگر اپنے مقتدر رسول پولوس کا بیان سنئے اور سوچیئے!

"میں یہودیوں کے لئے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کے لئے میں شریعت کے ماتحت بنا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگرچہ خود شریعت کے ماتحت

نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لئے بے شرع بنا۔" (اکرنتھیوں ۹/۲۱،۲۰)

تشریح: اس ورس نے بتایا کہ پولوس سب کے لئے کچھ بنا۔ اور اپنی زندگی میں بے شمار روپ بھرے۔ کیا ایسے شخص کی دی ہوئی تعلیم کو آپ قبول کر رہے ہیں؟ اب ایک اور حوالہ سُن لیجئے۔ کہ رسولوں کا مقام مسیح کی نظر میں کیا تھا؟ بات یوں ہے کہ ایک شخص نے مسیح کے سامنے ہو کر عرض کی میرے لڑکے کو آسیب کی شکایت ہے۔ میں تیرے شاگردوں کو لے گیا تھا۔ مگر وہ اسے اچھا نہ کر سکے۔ مسیح نے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔ جب لائے، تو مسیح نے دھمکایا اور وہ دیو نکل گیا۔"

"تب شاگردوں نے الگ یسوع کے پاس آکر کہا ہم کیوں اس کو نہ نکال سکے۔ یسوع نے ان کو کہا۔ اپنی بے ایمانی کے سبب کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو تم اس پہاڑ سے کہوگے کہ یہاں سے وہاں چلا جا۔ اور وہ چلا جائیگا۔ اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی۔" (متی ۱۷/۱۸)

تشریح:۔ یہ ہے رسولوں پر مسیح کا آخری فتوے۔ اب اتنی بڑی دلیل کے ہوتے ہوئے اندھا دھند پولوس اور اس کے دوسرے ساتھیوں کی اقتدار کرتے رہو۔ تو آپ کی مرضی۔ حق واضح ہو جانے کے بعد انکار کرنا جہنم کا مول لینا ہے۔ اور مسیح کا گستاخ بننا ہے۔ اور مسیح کے فتوے کا جھٹلانا ہے۔

باب ششم

عقیدہ تثلیث کی تردید میں

عیسائی: تثلیث کا مسئلہ اتنا کھلا اور عام ہے کہ قرآن نے ہر سورۃ کے ابتداء میں مسئلہ تثلیث بیان کیا۔ کیوں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں عقیدہ تثلیث موجود ہے۔ تو آپ کیسے انکار کر سکیں گے۔
(۱) اللہ (۲) رحمان (۳) رحیم۔ تینوں کا ذکر ہے۔ یہی تثلیث ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! آپ کی اس محققانہ دلیل کا کیا کہنا؟ جناب رحمان اور رحیم دونوں صفات ہیں۔ اور لفظ اللہ ذاتی اسم ہے اور صفات کے انکار سے ذات کا انکار مستلزم نہیں۔ البتہ نقص فی المعرفت ضرور ہوگا۔ اہل اسلام کثرتِ صفات کے قائل ہیں۔ نہ کہ آپ کی طرح کثرت اقانیم کے۔ آپ تو تینوں اقانیم کو مستقل تین مساوی ذاتیں مانتے ہیں۔ ایک اقنوم کی نفی سے تیسرے حصّہ کی نفی اور دو اقنوموں کی نفی سے دو تہائیوں کی نفی اور تینوں کے انکار سے الوہیت کا مسئلہ ہی صاف ہو گیا۔ قرآن کریم سے تو آپ کیا تثلیث ثابت کریں گے؟ قرآن حکیم نے تو تثلیثیوں کو کافر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ آپ بائبل سے ہی ثابت کریں اور جوابات لیں۔

عیسائی: "واحد عدد ہے اور ہر عدد معدود و محدود ہوتا ہے۔ اور حادث ہوتا ہے۔ خدا قدیم ہے اور قدیم کی صفت حادث ماننا سراسر شان الوہیت کی منافی ہے۔"

مسلمان: پادری صاحب! کیا سوچ سمجھ کر اعتراض کر رہے ہو کہ خدا کو واحد کہنا توہین ہے۔ اس لئے کہ "واحد عدد" ہے۔ پادری صاحب! کیا "تین عدد" نہیں؟ جو قطعی اور یقینی عدد ہے۔ تعجب یہ ہے کہ آپ تین اقنوم مان کر بھی توحید کے ٹھیکیدار ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ حالاں کہ تین عدد معلوم ہے۔ بخلاف منطقیوں اور مہندسیوں کے اصول کے مطابق صرف ایک ہی عدد سے خارج

ہے ۔ دو سے حد شروع ہو جاتی ہے ۔ اس کے بعد تمام عدد محدود ہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ تین حد کے اندر لہذا محدود ۔

حکیم اسمٰعیل تبریزی نے اپنی کتاب تہذیب النفوس میں لکھا ہے :-

" واحد عدد نیست " اگرچہ مبدا ء عدد است نقطہ خط نیست اگرچہ مبدا ء خط است "

لہذا خدا کو احد و واحد ماننا ایمان ہے باقی سب زندیقیت ۔

عیسائی : اسلامی توحید میں خالص قلت و تفریط ہے ۔ لیکن توحید فی التثلیث میں نہ افراط ہے نہ تفریط بلکہ توسط اور حضرت محمد کے اس قول پر عمل " خیر الامور اوسطہا " کہ درمیانہ درجہ کا کام اچھا ہوتا ہے :

مسلمان : پادری صاحب ! افراط و تفریط کا مسئلہ تو تثلیث میں ہی ہے ۔ تثلیث بوجہ مافوق عددوں کے کم ہونے کے تفریط اور قلت محضہ اور ماتحت عددوں کے زیادہ ہونے کے افراط اور کثرت لہذا مسیح اہلِ افراط بھی ہوئے اور اہل تفریط بھی ۔ اور اسلامیوں کا افراط سے بچنا تو ظاہر ہے ۔ اور تفریط سے بچنا چوں کہ ایک عدد سے خارج ہے ۔ لہذا یہاں تفریط کو بھی دخل نہیں ۔ نیز چونکہ خدا واحد کامل ہے ۔ لہذا نہ اس میں قلت کا نقص آسکتا ہے نہ کثرت کا اضافہ "

عیسائی : مولوی صاحب ! آپ خدا کو واحد مان کر بھی تثلیثی ہی رہیں گے ، کیوں کہ جیسے کثیر مجموعہ سالمات ہے ۔ اسی طرح واحد مجموعہ مکسورات ہے ۔ لہذا خدا کے واحد ماننے میں بھی وہی مشکل رہے گی ، جو آپ تثلیث میں بیان کرتے ہیں ۔

مسلمان : پادری صاحب :- واحد کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو مکسورات سے مرکب ہو ، دوسرا وہ جو جوہر ہے ۔ اور بسیط اور تجمیع و ترکیب سے پاک ہو ۔ خدا کو واحد مانا جاتا ہے ۔ تو دوسرے معنیٰ میں مانا جاتا ہے ۔ نہ کہ پہلے میں ۔ ہاں البتہ آپ کی توحید فی التثلیث پہلے معنی میں ہے ۔ جب کہ " اقنوم رب " اللہ کامل " ہے ۔ تو اسے کیا ضرورت ۔ کہ دو اور اقنوموں کی ترکیب کو لازمی اور شرط الوہیت ہو "

عیسائی : مولوی صاحب ! یہ تو آپ نے جھٹ کہدیا کہ خدا واحد ہے ۔ ذرا یہ تو بتائیں کہ خدا واحد بالشخص ہے یا واحد بالصنف یا واحد بالنوع یا واحد بالجنس ۔ ہر چار صورتوں میں وہ جس کلی میں ہوگا ۔ اس کے افراد اسے واحد نہ رہنے دیں گے ۔

عیسائی : اہلِ اسلام اللہ تعالےٰ کو ان ہر چار قسموں کی کلیوں سے پاک مانتے ہیں اور اس کی وحدت ان

اقسام اربعہ سے ماورا وحدت ذاتی ہے۔ اور وحدت بالذات ہے بلاتجزی یا واحد مطلق ہے بلا افراد، اقسام اربعہ کی وحدت مخلوقات سے متعلق ہے۔ خالق کی وحدت اور مخلوق کی وحدت میں بڑا فرق ہے۔ مختصراً سنیئے

"خالق کی وحدت ازلی ابدی ہے۔"	"مخلوق کی وحدت حادث وفانی۔"
"خالق کی وحدت حقیقی ہے۔"	"مخلوق کی وحدت اضافی۔"
"خالق کی وحدت ذاتی ہے۔"	"مخلوق کی وحدت عطائی۔"
"خالق کی وحدت غیر محدود۔"	"مخلوق کی وحدت محدود۔"

عیسائی: آپ کے پاس توحید کے مسئلہ پر قرآن سے کوئی دلیل قاطع نہیں ہے۔ اگر کوئی ہے بھی تو ناقص ہے۔ مسلمانوں کے لئے توحید کے بارہ میں مایۂ ناز سورۃ، سورۂ اخلاص ہے۔ مگر اس میں بھی ناقص تعریف اس لئے کہ کسی چیز کی محض سلبی صفات بیان کرنے سے تعریف کامل نہیں ہوتی۔ مثلاً انسان کی تعریف میں یہ کہا جائے وہ گھوڑا نہیں، بندر نہیں، گدھا نہیں، تو یہ تعریف تام نہیں۔"

مسلمان: پادری صاحب! اگر صفات سلبیہ کے بیان کرنے سے تعریف کامل نہیں ہوتی، تو اپنی کتاب مقدس کے مندرجہ ذیل مقامات بھی ذرا ملاحظہ فرمالیں۔ جہاں خدا کی صفاتِ سلبیہ کا بیان ہے۔

"خدا انسان نہیں کہ وہ جھوٹ بولے اور نہ وہ آدم زاد ہے۔ کہ اپنا ارادہ بدلے۔" (گنتی ۲۳/۱۹)

دوسرے مقام پر ہے،

"جس میں نہ کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ گردش کے سبب سے اس پر سایہ پڑتا ہے۔" (یعقوب ۱/۱۷)

فرمایئے پادری صاحب! بائیبل کے ان مقامات میں خدا کی کامل تعریف ہے یا ناقص، ماھو جوابکم فھو جوابنا۔

عیسائی: ابلیس بھی نہ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے۔ نہ اس کا باپ نہ اس کا بیٹا، نہ برادری۔ لہذا یہ بھی سورۂ اخلاص کی بیان کردہ تعریف میں داخل ہوا۔

مسلمان، پادری صاحب! ابلیس کی اولاد ثابت ہے اور اس کی ذریت ہونے کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے۔ افتتخذونہ وذریتہٗ اولیاء اور اسی آیۃ کے تحت تفسیر جلالین شریف میں ہے،

وابلیس ھو ابو الجن فلہٗ ذریۃ والملئکۃ لا ذریۃ لھم۔ اور تفسیر صاوی میں اسی آیت کے تحت اس کی اولاد کی قسمیں بھی شمار کی ہیں: لاقس، ولھان، زلنبور اور الاعور وغیرہ

نیز بلا وجہ حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لینا درست نہیں، پیش کردہ آیۃ میں لفظ ذریت حقیقی معنی ہی میں استعمال ہوگا۔ لہٰذا آپ کا اعتراض بے معنی اور مبنی بر فساد ٹھہرا۔ پادری صاحب! آپ کا عقیدہ تثلیث بھی آپ کے مقتدر رسول جناب پولوس کی ہی ایجاد ہے۔ اگرچہ اس عقیدہ کے وضع کرنے میں ۳۱۸ پادریوں نے حصہ لیا۔ مگر ان کا سرچشمۂ فیوض و برکات پولوس ہی ہے اور مزید برآں قسطنطین بادشاہ کے لڑکے نے اپنے دورِ اقتدار میں اسے خوب پروان چڑھایا۔"

اور یہ عقیدہ باطلہ ہندوؤں میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ عام آریہ خدا، روح، مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ اور بعض ہندو برہما، بشن، مہیش کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ اور بعض برھما، وشنو سیتا کو قدیم بالذات مانتے ہیں۔ اور آپ کی طرح ہی تجسم الٰہی کے بھی قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ:۔

"پرمیشر نے مادی جسم قبول کیا۔ مچھ اوتار وکن میں نمایاں ہوا۔ کچھ اوتار جس کی پشت پر کوہِ الوندی کی مدھانی رکھی ہوئی ہے۔ جو سمندر کو بلوتی ہے۔ لچھمن اوتار دلہن کی شکل میں گگو سیتہ من قیمتی ہیرے کی شکل میں۔ دہنتر طبیب کی شکل میں۔"

عیسائی: آپ کا کہنا کہ ہم توحید کے قائل نہیں۔ سراسر بہتان ہے اور کذب بیانی ہے۔ ہم مانتے اور جانتے ہیں۔ کہ واجب تعالےٰ بالذات ہے۔ لیکن اس کی ذات میں تین اقنوم، باپ، بیٹا، روح القدس ہیں۔ جن کی ماہیت ایک قدرت اور جلال میں مساوی اور یہی توحید فی التثلیث ہے۔ جو عقل سلیم کے مطابق ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! واجب تعالیٰ کو واجب بالذات مانتے ہو۔ تو اقنوم ثلثہ کا انکار کرنا پڑیگا نہ اس کی ذات میں اقنومیت ہے نہ تجزّی نہ عدد نہ ابوت نہ ابنیت۔ اور یہی عقیدہ صحیح بلکہ اصح ہے نیز اگر تینوں اقنوموں کی ایک ہی ماہیت ہے اور جلال میں مساوی ہیں تو اقنوم رب تو ابن یا اقنوم ابن کو اب یا روح القدس کو اب، یا ابن کیوں نہیں کہتے اور پھر تینوں میں تقدم و تاخر کے کیسے درجے۔ اگر جلال و قدرت میں مساوی ہیں تو اقنوم ابن اقنوم اب کے سامنے کیوں دعائیں کرتا تھا۔" لکھا ہے "مگر وہ جنگلوں میں الگ جا کر دعائیں کیا کرتا تھا۔" (مرقس ۵/۱۶)

دوسری جگہ یوں ہے:۔

"اور وہ ان سے بمشکل الگ ہو کر کوئی پتھر کا ٹپہ آگے بڑھا اور گھٹنے ٹیک کر یوں دعا کرنے لگا۔" (لوقا ۲۲/۴۱)

اگر علم میں برابر ہیں تو مسیح نے یہ کیوں کہا:

"اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ۔" (متی ۲۴/۳۶)

لہٰذا عقیدہ توحید اہلِ اسلام بے تثنیہ تثلیث مطابق عقل سلیم و فلسفہ قدیم و جدید ہے۔ اور اسی اسلامی توحید کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے دنیائے عالم کو دی۔ ایک مختصر لطیفہ بھی سُن لیجئے:

"ایک شخص دو بینی کے مرض میں مبتلا تھا۔ یعنی ایک چیز اسے دو دو دکھائی دیتیں۔ اسے پتہ چلا کہ فلاں حکیم صاحب اس مرض کے علاج میں نہایت اچھی خاصی مہارت رکھتے ہیں۔ جب یہ مریض حکیم صاحب کی خدمت میں پہنچا پوچھنے لگا۔ حضور آپ دونوں میں سے حکیم صاحب کون ہیں۔ حسن اتفاق سے حکیم صاحب خود سہ بینی کے مرض میں مبتلا تھے۔" تو حکیم صاحب نے مریض کے جواب میں فرمایا کہ آپ تینوں میں سے جناب مریض کون ہیں۔ اب مریض یہ کہتا ہوا واپس لوٹا بس جی میں شفایاب ہو گیا۔ جو خود مجھ سے زیادہ مریض ہو وہ میرا علاج کیا کرے گا۔" بعض کو دو دیکھنے کا مرض ہوتا ہے مجوسی، پارسی، ایرانی، جو دو خدا مانتے ہیں، حالاں کہ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک ہے۔ مگر وہ اپنے مرض کے سبب ایک دو دیکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر سہ بینی کا مرض ہے۔ جو ایک خدا کو تین بتاتے ہیں۔ اس موذی مرض میں آپ لوگ مبتلا ہیں۔ لیکن اہلِ اسلام بفضلہٖ تعالیٰ ان مرضوں سے محفوظ ہیں۔ ایک کو ایک ہی دیکھتے اور جانتے مانتے ہیں۔ اور اس مرض کے ٹیکے آپکو کسی محمدی عالم ہی سے مل سکیں گے۔

عیسائی: تورات کتاب پیدائش میں مسئلہ تثلیث ثابت ہے۔ لکھا ہے:

"اور اس نے اپنی آنکھیں اُٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہے کہ تین مرد اس کے سامنے کھڑے ہیں۔"
(پیدائش ۱۸/۲)

یہ تینوں باپ بیٹا روح القدس تھے۔ جو ابراہیم کے پاس آئے تھے۔

مسلمان: پادری صاحب! میں نے سمجھا تھا کہ آپ کم از کم مضامین بائیبل سے تو واقفیت رکھتے ہوں گے۔ مگر آپ تو اپنی کتاب مقدس کی معلومات میں بھی طفلِ مکتب ہی نکلے۔ صاحب یہ تینوں ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے باپ، بیٹا، روح القدس نہیں تھے۔ بلکہ یہ فرشتے تھے۔ جو جناب لوط علیہ السلام کے پاس بھی گئے تھے۔ لکھا ہے:

"اور وہ فرشتے تھے شام کو سدوم میں آئے اور لوط سدوم کے پھاٹک پر بیٹھا تھا اور لوط ان کو دیکھ کر استقبال کے لئے اُٹھا اور زمین تک جھک گیا۔" (پیدائش ۱۹ - ۱ - ۱۵)

پادری صاحب! جب آپ تثلیث ثابت کرنے کے لئے اس قدر زور لگا رہے ہیں۔ تو بتائیے توحید کہاں گئی۔ میں تو آپ لوگوں کی حساب دانی سے بڑا متعجب ہوں، کہ:

ایک تین ہیں اور تین ایک ہے۔ پھر باپ بیٹا، روح القدس تینوں ایک۔ تین بھی اور ان کے نام بھی جُدا جُدا رکھ لئے، تو آپ ایک کہنا عجیب سی منطق ہے۔ کیا خُدا کوئی معجون مرکب ہے جو اجزائے مختلفہ سے تیار کیا گیا ہے۔" (معاذ اللہ)

پادری: عبرانی تورات میں خُدا کو الوہیم لکھا گیا ہے اور الوہیم صیغہ جمع کا ہے۔ اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس دلیل سے بھی تثلیث ثابت ہوئی۔

مسلمان: اگر اسے صیغہ جمع بھی کہا جائے، پھر بھی یہ جمع ذوات کی نہ ہوگی، بلکہ تعظیم کی ہوگی۔ جیسے عبرانی تورات میں (اتواریخ ۱/۲) میں لودی عنامی کو لودیم عنامیم کہا گیا ہے اور عبرانی توراۃ غزل الغزلات ۵/۱۶ میں محمدیم کہا گیا ہے۔ نیز اگر واقعی یہی نظام کائنات اقنوم ثلثہ کے ذریعہ ہی چل رہا ہے۔ تو پھر اکثر جگہوں پر اکیلے خُدا کا ذکر آتا ہے وُہ کیوں؟ یا پھر یہ مطلب ہوگا کہ جہاں اکیلے خدا کا ذکر ہے۔ وُہ چیز اس اکیلے نے بنائی ہوگی۔ اور اقنوم ابن اور روح القدس اس کی واقفیت نہ رکھتے ہوں گے۔ لکھا ہے:-

"اور خدا نے کہا دیکھو میں تمام روئے زمین کی کل بیج دار سبزیاں اور ہر درخت جس میں اس کا بیج دار پھل ہو تم کو دیتا ہوں۔" (پیدائش ۱/۱۹)

تشریح: اس سے صاف ظاہر ہے کہ خُدا اکیلا ہے۔ اگر اقنوم کا دخل ہوتا یوں ہوتا "ہم تمام"

دوسری جگہ یوں ہے:-

"اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔" (پیدائش ۳/۱۵)

اگر واقعی خدا میں تعدد ذوات یا کثرت اقانیم ہوتی، تو ہر جگہ جمع کا صیغہ استعمال ہوتا اور پھر جب دُعا مانگی جاتی ہے خُدا سے عرض بصیغہ واحد ہی ہوتی ہے۔ باوجودیکہ آپ

تثلیث کے قائل ہیں۔ مگر پھر بھی دُعا میں واحد کا صیغہ ہی استعمال کرتے ہیں۔ اور یہی توحید خالص ہے کہ آپ کو بھی مجبوراً ایک ہی کہنا پڑتا ہے " آپ دُعا یوں مانگتے ہیں :-

" اے ہمارے باپ جو تو آسمان پر ہے ، تیرا نام پاک مانا جائے ۔ تیری بادشاہی آئے تیری مرضی جیسے آسمان پر پوری ہوتی ہے ۔ زمین پر بھی ہو " الخ ان میں سب واحد صیغے ہیں ۔

پادری صاحب ! آپ کو چاہیئے تھا کہ رب کی عظمت و بڑائی ثابت کرنے کے لئے بے شمار اقانیم کے قائل ہوتے ۔ چونکہ تین اقنوم ماننا خدا کی توہین ہے ۔ انسان تو اربع عناصر سے مرکب اور خدا ہو تین اقنوموں سے تو بہ یہ شانِ الوہیت میں زبردست گستاخی ہے ۔

لہذا یہ مسئلہ پادریوں میں بیٹھ کر سوچو اور فتوے صادر کرو کہ ساری کائنات کے اجزاء سے رب مرکب ہے " تاکہ کچھ خالق و مخلوق میں امتیاز کر سکو " مجھے تو بائیبل کا مطالعہ کرنے سے رب کے متعلق بائیبل کے مندرجہ ذیل اقوال ملے ہیں :

" وہ قدوس فرماتا ہے تم مجھے کس سے تشبیہ دوگے اور میں کس چیز سے مشابہ ہوں گا "

(یسعیاہ $\frac{40}{25}$)

اس ورس سے معلوم ہوا کہ خدا بے مثل ہے ۔ کوئی اس کے مشابہ و مثل نہیں ہے ۔

دوسری جگہ یوں لکھا ہے ۔

" اسی سے ہم خداوند اور باپ کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے آدمیوں کو جو خدا کی صورت پر پیدا ہوئے بددعا دیتے ہیں " (یعقوب $\frac{3}{9}$)

اس ورس سے دو چیزوں کا پتہ چلا ۔ ایک تو یہ کہ خداوند کا لفظ غیر اللہ پر بولا جاتا ہے ۔ دوسرا یہ کہ بندے اور خدا ہم شکل ہیں ۔

تیسری جگہ یوں لکھا ہے :-

" میں خاموش رہا اور ضبط کرتا رہا پر میں دردِ زہ والی کی طرح چلاؤں گا اور ہانپوں گا "

(یسعیاہ $\frac{42}{14}$)

اس سے پتہ چلا کہ خدا دردِ زہ والی کی طرح چلاتا ہے ۔ شاید اسی چیز کے نتیجہ میں آپ لوگ مسیح کو بیٹا کہتے ہیں ۔ آخر دردِ زہ کا کوئی ثمرہ تو مرتب ہوا ہوگا " (معاذ اللہ)

چوتھی جگہ پر یوں لکھا ہے :۔

"پس میں افرائیم کے لئے کیڑا ہوں گا اور یہوداہ کے گھرانے کے لئے گھن"۔ (ہوسیع ۵/۱۲)

اس ورس سے معلوم ہوا کہ خدا کیڑا بھی ہے اور دیمک بھی (معاذ اللہ)

پانچویں جگہ یوں لکھا ہے :۔

"اور خداوند تو ہمارا باپ ہے۔ ہم مٹی ہیں اور تو ہمارا کمہار ہے اور ہم سب کے سب تیری دستکاری ہیں"۔ (یسعیاہ ۶۴/۸)

اس ورس سے پتہ چلا کہ کمہار اس کی برادری ہے۔ (معاذ اللہ) مسیحی کمہاروں کو ناز کرنا چاہیئے۔

چھٹی جگہ پر یوں لکھا ہے :۔

"اسی روز خداوند اس اُسترے سے جو دریائے فرات کے پار سے کرایہ پر لیا۔ یعنی اسور کے بادشاہ سے سر اور پاؤں کے بال مونڈے گا اور اس سے ڈاڑھی کھرچی جائے گی"۔ (یسعیاہ ۷/۲۰)

اس ورس نے تو خوب ہی گل کھلائے۔ نائیوں کے بخت جاگ اُٹھے۔ ان کی رشتہ داری بھی ثابت ہوگئی۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ استرے چلانے میں بھی نہایت عمدہ مہارت رکھتا ہے۔ (معاذ اللہ)

ساتویں جگہ پر یوں ہیں :۔

"کیوں کہ خدا کی بے وقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے"۔ (اکرنتھی ۱/۲۵)

اس ورس نے بتایا کہ خدا بے وقوف بھی ہے۔ اور عاجز بھی۔ (معاذ اللہ)

اب فرمائیے کیا کوئی شخص بائیبل مقدس کو پڑھ کر معرفتِ خداوندی حاصل کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں یقیناً نہیں۔ ؎ باز آ باز آ ہر آنچہ کردی باز آ ٭ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

پادری صاحب! مسیح علیہ السلام نے تو خدا کا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونا اور اپنا رسول ہونا تو صاف لفظوں میں ذکر فرمایا ہے۔ لکھا ہے :۔

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدا ہی واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں"۔ (یوحنا ۱۷/۳)

اب اس واضح دلیل کے ہوتے ہوئے مسیح کو خدا یا اقنوم یا بیٹا ماننا سراسر ظلم ہے۔

عیسائی: قرآن سے مسئلہ تثلیث ثابت ہے۔ آپ کے مفسرّین نے ذکر کیا ہے۔ تفسیر حسینی میں ہے۔ زیرِ آیت "نورٌ علیٰ نور" لکھا ہے۔

"پدر بہ نور پسر نور لیست مشہور" "ازینجا فہم کن نورٌ علیٰ نورٌ"

لہٰذا مسئلہ تثلیث قرآن و تفسیر سے بھی ثابت ہوا۔ پہلے مصرعہ میں باپ بیٹے کا ذکر ہے۔ اور نورٌ علیٰ نورٌ سے مراد روح القدس ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! پہلے تو صرف میرا گمان ہی تھا کہ مسیحی کم فہم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ کوئی کامل الفہم انسان عقیدۂ تثلیث کے گورکھ دھندے میں پڑ کر اپنی آخرت برباد نہیں کرتا۔ اب یقین ہو گیا کہ کم فہم بھی ہوتے ہیں۔ اور کج فہم بھی۔ سنیئے:

اگر میرے پاس تفسیر حسینی موجود ہوتی تو مزید تسلی کرتا۔ مگر خیر اب اس شعر کا معنیٰ ہی سمجھ لیجئے۔ علامہ حسینی کا یہ مقصد ہے کہ:-

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم نورِ الٰہی کی شمع ہیں جو زجاجۂ خاندان اسمٰعیل میں نہایت شاندار چمکیلے ستارے کی طرح درخشاں ہے جو ابراہیمی شجرہ زیتونہ سے سلگائی گئی ہے۔ یہاں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نورانیت کا ذکر ہے۔ تثلیث کہاں سے ثابت ہو گئی۔ کہاں ان نوروں کا ذکر اور کہاں تثلیث بے نور کا مسئلہ"

عیسائی: سورۂ اخلاص میں کوئی جامع مانع تعریف نہیں۔ یہاں چند صفاتِ سلبیہ کا بیان ہے اور کسی چیز کی محض صفاتِ سلبیہ بیان کرنے سے تعریف کامل نہیں ہوتی، مثلاً انسان کے بارے میں یہ کہا جائے "وہ گھوڑا نہیں، وہ بندر نہیں، گدھا نہیں" تو یہ تعریف تام نہیں۔ لہٰذا قرآن کی تعریف نہ جامع رہی نہ مانع۔ جامع اس لئے نہیں کہ اور بھی سلبی صفات ہیں۔ لاجوڑ، لامرکب، لامحدود، اور مانع اس لئے نہیں کہ شیطان کی بھی نسل اور اولاد نہیں۔

مسلمان: اگر صفاتِ سلبیہ کے بیان سے تعریف کامل نہیں ہوتی تو بائیبل کے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں، جہاں خدا کی صفاتِ سلبیہ کا بیان ہے۔ کیا وہ تعریف ناقص ہے۔

"خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے، نہ وہ آدم زاد ہے کہ پشیمان ہو" (گنتی ۲۳/۱۹)

"اس میں نہ تبدیلی ہو سکتی ہے نہ گردش کے باعث سایہ پڑتا ہے" (یعقوب ۱/۱۷)

"وہ آسمان پر خدا کی نظیر کون ہے۔" ؟ (زبور ۸۹/۶)

پادری صاحب! سورۂ اخلاص میں خدا کی تعریف بالکل جامع مانع ہے۔ کان کھولئے اور سنئے ارشاد ہوتا ہے:۔

قُلْ کہہ تو اے دُنیا بھر کے واحد رسول اور سب مذاہب پر غالب (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ھو وہ بے کیف ذات جو تمام انسانی محدود خیالوں سے بالاتر ہے، وُہ کسی کی عقل میں نہیں سماتا، اس کے احاطہ سے فرشتے بھی قاصر۔ وُہ وہی ہے اے دہریو! جو کسی کی عقل میں نہیں سماتا، ایمان میں سماتا ہے۔ اَللّٰہ اس کا ذاتی اسم "اَللّٰہ" ہے۔ بھول کر کوئی اور نام نہ سمجھ بیٹھے۔ کوئی "اوم" کہتا ہے کوئی "رام" کوئی "نرادھا" کوئی "یزداں" تو فرمایا کہ بس صحیح اور ذاتی نام "اللہ" ہی ہے۔ احد بالذات والصفات وُہ اپنی ذات میں تمام موصوفوں کے صفات سے لاثانی و فرد اعلیٰ ہے۔ اور ممتازِ مطلق اس کی احدیت اور اس کی موصوفیت میں کسی کی موصوفیت کو مساوات یا اشتراک نہیں۔ پس یہ صفت ثبوتی ہے۔ جو تمام صفاتِ ثبوتیہ کی جامع مانع ہے۔ اللہ الصمد وُہ اللہ ہر قسم کی احتیاطوں اور تشبیہوں اور اشتراکوں سے پاک ہے۔ اور مستغنی ہے۔ یہاں بعض توہمات پرست افراد کی تردید کی جا رہی ہے۔ جو خُدا کے تجسد یا تشکل کے قائل ہیں نہ اسے کسی اور خالق کی ضرورت اور نہ ہی بغیر کسی اور اقنوم کے اس کی الوہیت میں فرق آئے اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے ازل سے ابد تک غنی اور صمد ہے۔ لم یلد نہ اس نے کسی کو جنا نہ وُہ کسی کا باپ نہ کوئی اس کا بیٹا۔ ولم یولد نہ کسی سے وُہ جنا گیا۔ نہ کسی عنصر سے پیدا ہوا۔ ولم یکن لہٗ کفواً نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ برادری نہ بھائی نہ بہن نہ کوئی شریک فی الذات نہ کوئی شریک فی الصفات۔ احد وُہ ہر نسبتوں اور اضافتوں سے ممتاز واحد حقیقی بالذات ہے۔"

اب فرمایئے! سورۂ اخلاص مہمل کلام ہے۔ یا کثیر المعانی مجمل الہام مسئلہ تثلیث پر مزید کچھ غور کرنے کے لئے فقیر کا رسالہ "لاتثلیث فی التوحید" کا مطالعہ فرمائیں۔

آیئے کچھ مختصر سا کہتا جاؤں کہ اس عقیدہ تثلیث کا آغاز کب ہوا۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ یہ عقیدہ نہ تو مسیح کا تھا نہ حواریوں کا، اس عقیدہ کے وضع کرنے میں ۳۱۸ پادریوں نے حصہ لیا تھا۔ لیکن سر چشمہ ان کا پولوس تھا۔ جیسے کہ بندۂ ناچیز نے اپنے رسالہ "مسیح کون ہے؟" میں درج کیا ہے اور مظہر اتم، اس عقیدہ کا اتھاناسیس اور خود بادشاہ قسطنطین کا بھی خاص دخل ہے۔ اور یہ بات مسلّم ہے۔ کہ شاہِ

قسطنطین ابتدا بت پرست تھا۔ پھر عیسائی ہو گیا تھا۔ مگر پھر بھی بت پرستی رگ و ریشہ میں موجزن رہی جب عیسائی علما میں اختلاف ہوتا۔ تو وہ موقع پا کر وثنیہ خیالات کا پرچار کرتا۔ عیسائی علما سمجھ گئے کہ بادشاہ کی مخالفت میں ہمارا قول نہیں مانا جا سکتا۔ لہٰذا وہ بھی جس پہلو کو بادشاہ ترجیح دیتے اسے اجماع ٹھہرا لیتے۔ (نوٹ) عیسائیوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے۔ جو بت پرستی سے مجتنب ہے۔ جیسا کہ انجیل برنابا اس سے واضح ہے۔ آج کل عیسائیوں کی اکثریت بت پرست مشرک ہے۔"

اچو بہ فاخرہ میں ہے قستین حفص کہتا ہے کہ قسطنطین نے ایک جنگ میں آواز سنی اگر دشمنوں پر فتح چاہتا ہے تو صلیب بنا کر آگے رکھ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو فتح ہوئی۔ لہٰذا رفتہ رفتہ یہ عقیدہ عام ہو گیا۔ ۵۵۵ء میں پادریوں نے اسے روکنا چاہا مگر رُک نہ سکا۔ ۷۸۶ء میں اس عقیدہ کا زور ہوا تو ۳۵ پادریوں نے اس کے جواز کا فتوے دے دیا۔ بلکہ لزوم کا۔

جناب یہ عقیدہ تثلیث ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ عام آریہ، خدا، روح، مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ اور بعض ہندو برہما، وشنو، شیتا کے ماننے والے ہیں۔

عیسائی: جیسے کثیر کا تجزیہ ہو سکتا ہے ویسے ہی واحد کا۔ کیوں کہ جیسے کثیر مجموعہ سالمات ہے واحد مجموعہ مکسورات، لہٰذا خدا کو واحد کہنا شانِ الوہیت کے منافی ہے۔

مسلمان: بے شک واحد دو قسم کا ہے۔ ایک مرکب از مکسورات وغیرہ دوسرا جوہر بسیط مفرد از تجمیع و ترکیب۔ اور واحد سے ما فوق ہر مرکب و مجتمع ہے افراد کاملہ و مکسورہ سے۔ پس خدا واحد بالذات غیر مرکب و متجزی ہے۔ لیکن تین کہنا سراسر تجزیات ہے۔ نیز واحد مبدا ر اعداد کاملہ ہے۔ اور بالذات کامل ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں کہ اضافہ لازمی ہو۔ پس جب اقنوم رب اللہ کامل ہے تو اسے کیا ضرورت کہ دو اور اقنوموں کی ترکیب اس میں لازمی ہو اور شرطِ الوہیت ہو۔

عیسائی: مولوی صاحب! اگر خدا واحد ہے تو بتایئے واحد بالشخص ہے یا واحد بالصنف یا واحد بالنوع یا واحد بالجنس۔ ہر چار صورتوں میں وہ جس کل میں ہوگا۔ مسئلہ وحدیت ختم ہو جائے گا۔

مسلمان: اہل اسلام اللہ تعالےٰ کو ان ہر چار قسموں سے مبرا مانتے ہیں اور اس کی وحدت ان اقسام اربعہ سے ماورے وحدت ذاتی ہے، یا وحدتِ مطلقہ۔ وہ واحد بالذات ہے تجزی نہیں۔

وُہ واحد مطلق ہے افراد نہیں۔ اقسام اربعہ کی وحدت مخلوقات سے متعلق ہے۔ خالق کی وحدت اور
اور مخلوق کی وحدت میں بڑا فرق ہے۔ اگر آپ لوگ خدا میں تین اقنوم مانتے ہیں، تو توحید نہ رہی شرک
ہوگیا۔ اگر کہیں تین صفتیں ہیں (چنانچہ بعض عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اب صفت تخلیق ہے اور ابن
صفت کلام یا علم اور روح القدس صفت حیات) اس نظریہ پر تثلیث کا معنیٰ یہ ہوا، خدا خالق
ہے۔ اور علیم و متکلم و حی۔ تو باقی بے شمار صفات جو بائیبل میں ہیں کہاں ڈالو گے؟ یاد رکھئے یہ تینوں اقنوم
مساوی بھی نہیں (جیسے آپ کا خیال ہے) اگر مساوی ہیں تو اقنوم اب کو ابن کیوں نہیں کہتے ہیں۔
اور پھر مسیح اقنوم اب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر جھک کر نماز کیوں پڑھتا تھا۔ جیسے لوقا ۵/۱۹ ۲۲/۴۱ سے
ظاہر ہے۔ کبھی اقنوم اب نے بھی ایسا کیا ہوتا۔ نہ ہی جلال میں برابری، ورنہ مسیح نے یہ کیوں کہا!
میرا باپ مجھ سے بڑا (یوحنا ۱۴/۲۸)، نہ علم میں برابری ورنہ مسیح نے یہ کیوں کہا" قیامت کو کوئی نہیں
جانتا مگر باپ (متی ۲۴/۳۶)، نہ حکم میں مساوات ورنہ مسیح نے یہ کیوں کہا، میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کرسکتا
جیسے حکم سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں۔ (یوحنا ۵/۳۰)

جان ڈیوینپورٹ صاحب لکھتے ہیں:۔

نیوٹن اور گبن صاحبان نے بڑی تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ جن آیات انجیل سے مسئلہ تثلیث مستنبط کیا ہے۔
(یوحنا ۱/۵) وُہ آیات اختراعی ہیں اور کاملٹ صاحب بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ آیت دربارہ تثلیث انجیل
کے کسی قدیم نسخہ میں نہیں ہے۔ مسیح نے تو صرف ایک خُدا کے اعتقاد کا ہی حکم دیا تھا۔ لیکن پولوس اور یوحنا نے
جو پیرو افلاطون میں سے تھا مسیح کا مذہب خراب کردیا۔ (ص ۹۳ بحوالہ کرسچن مت درپن ج ۲ ص ۲۴۵)

ایڈورڈ گبن لکھتے ہیں اس مسئلہ تثلیث کا اصل سبب افلاطون کی فلاسفی ہے جو سکندر کی فتوحات
کے سبب سے تین سو برس مسیح سے پہلے ایشیا اور مصر میں پھیل چکی تھی۔ اسکندریہ کے ایک مشہور مذہبی مدرسہ
میں یہود اس کی تعلیم پاتے تھے، اسی تثلیث کے مسئلہ پر اسکندریہ کے فیلسوفوں اور عیسائیوں میں تبادلہ
خیالات ہوتا تھا۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو ہمقرین پاتے تھے۔

مسئلہ تثلیث اور محققین عیسائیوں کی آراء

(۱) پادری ری ڈبلیو ٹامسن صاحب تثلیث کے حل سے عاجز آکر لکھتے ہیں۔

"خلقت کے استدلال اور عقلی دلائل اس پر چل نہیں سکتے اس کا ثبوت بہمہ جہت کلامِ الٰہی پر موقوف ہے۔" (تشریح التثلیث صہ ۲۲)

۲۔ اس مسئلہ میں مسیحوں کے مشہور و معروف پادری فنڈر صاحب لکھتے ہیں :-

"عقل انسانی محدود ہے پس ذات الٰہی اور اس کے اسرار کو مانند تثلیث مسیح ادراک نہیں کرسکتی۔" (مفتاح الاسرار صہ ۲۹ ، پہلا باب

پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔ "تثلیث اُن مسئلوں اور اُن بھیدوں میں سے ہے جن میں عقل کو راہ نہیں اور دلیل سمعی پر اس کی تعلیم واجب۔"

۳۔ فاضل پادری صفدر مسیح فرماتے ہیں :-

مسئلہ تثلیث جو اسرار ماہیت "ذات مغیب و مستتر خدائے ذوالجلال سے ہے۔ دلائل عقل سے اُس کا ثبوت و بطلان دونوں ناممکن ہیں۔" (نیاز نامہ صہ ۱ مطبوعہ ۱۸۷۸ء)

۴۔ مشہور پادری عماد الدین صاحب لکھتے ہیں۔

تثلیث مبارک پر دلیل عقلی کو طلب کرنا خلاف عقل ہے۔ جیسے توحید مجرد پر یہود کے سوا جو اور لوگ ہیں اُن کو تثلیث پر اس طرح قائل کرسکتے ہیں کہ اولاً ضرورت الہام اور ثانیاً کتب مقدسہ میں اُس کا انحصار ثابت کریں گے اور جب وُہ اس کے قائل ہوئے تو الہام کی اطاعت سے ان کو بھی تثلیث کا قائل ہونا پڑے گا۔ (نغمہ طنبوری صہ ۲۷ مطبوعہ ۱۸۷۴ء)

مندرجہ بالا دلائل سے ہر ایک انسان باخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ مسئلہ عقل و فکر سے دور ہے اور احاطہ درک کے خلاف، جس کا مطلب یہ ہوُا کہ عقیدۂ تثلیث بالکل دھاندلی ہے اور پاک و ہند کے مشہور پادری عبد الحق صاحب کی کتاب "اثبات التثلیث فی التوحید"، جسمیں فلسفیانہ انداز میں اور عقلی دلائل سے مسئلہ تثلیث کو ثابت کرنے کی کوشش کی، وُہ محض بیکار و لغو بے معنی۔

لطیفہ

تین مجوسی نصرانی ہوگئے اور کسی پادری کی شاگردی میں داخل ہوگئے اور نصرانی عقائد کو طوطی کی طرح رٹ لیا۔ حُسنِ اتفاق سے ایک دن پادری کے ہاں اُن کا ایک دوست ملاقات کے لئے آیا۔ سلام و کلام کے بعد پادری صاحب سے پوچھا ! یہ تینوں صاحب کون ہیں ؟ پادری صاحب نے کہا

یہ تینوں مجوسی سے اب پادری بن چکے ہیں۔ اور اب تعلیم عقائد میں نہایت ذوق وشوق سے مصروف ہیں۔ اس دوست نے پوچھا کہ مسئلہ تثلیث کی کیا شکل ہے اور تمہارا اعتقاد اس پر کیا ہے اُن میں سے ایک نے جواب دیا کہ میرے اُستاد نے ایسا سکھایا ہے کہ تین خدا ہیں، ایک آسمان پر ہے جس کو ہم مسیح کا باپ مانتے ہیں۔ اور دوسرا وُہ جو بطن مریم سے پیدا ہُوا جس کا نام یسوع ہے۔ اور تیسرا جو مثل کبوتر، دوسرے خدا یعنی مسیح کے سر پر اُترا۔ اِس پر اس کے اُستاد صاحب نے غضب ناک ہو کر اُسے دھکیل دیا۔ کہ یہ دیوانہ اور کم فہم ہے۔ اس کی سمجھ پر پتھر پڑیں، مدّت سے کم بخت کو بتارہا ہوں اور مغز کھپا رہا ہوں، آج تک ایک مسئلہ تثلیث بھی نہ سمجھ سکا۔ دوسرے سے پوچھا گیا تو کہنے لگا کہ میرے اُستاد نے مجھے یوں سکھایا ہے۔ پہلے تین خدا تھے مگر اَب اُن میں سے دو زندہ ہیں۔ کیوں کہ ایک بے چارہ سولی پر چڑھا کر مارا گیا۔ پادری صاحب اُس پر بھی غضب ناک ہوئے۔ آنکھیں لال پیلی کر کے کہا کہ تیری ہلاکت ہو کتنی دیر سے تجھے سمجھا رہا ہوں۔ مگر آج تک یہ مثلث مُشکل حل نہ کر سکا۔ اَب تیسرے صاحب باقی ماندہ قلعی کھولنے لگے۔ فرمایا کہ مجھے تو یہی تعلیم ہوئی ہے اور اس کو نقش کالحجر کر رکھا ہے۔ اور اس عقیدے سے میرا دل بہت خوش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں تین خُدا تھے اور تینوں ایک ہی تھے اور آپس میں اتحاد کامل رکھتے تھے سو ایک ان سے مارا گیا۔ اَب تینوں بہ سبب اُس اتحاد کلی کے فنا ہو گئے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اصل بات یہ ہے کہ یہ عقیدہ تثلیث عقل وفہم وعلم کے ایسا خلاف ہے کہ خدا کی پناہ۔ آج تک اور تو در کنار خود عیسائیوں کی ہی سمجھ میں نہیں آسکا۔ کوئی فاضل عیسائی جب اس کے سمجھنے سے نہایت لاچار ہو جائے تو یہ شعر پڑھا کرے ؎

ہے تثلیث الٰہی عقل انسانی کے گو باہر
خرد کو چھوڑ کر ایمان لائے جس کا جی چاہے!

باب ہفتم

تحریف بائبل میں

عیسائی :۔ کوئی شخص توراۃ ، زبور ، اور انجیل کا منکر ہو کر ایمان دار ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ مسلمانوں کے بچوں کو جب بچپن میں ہی تعلیم دی جاتی ہے۔ تو ایمان مجمل و مفصل کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ قرآن شریف کی بے شمار آیتیں کتب سابقہ کے ساتھ ایمان لانے کا حکم کرتی ہیں اگر ان میں تحریف واقع ہو جاتی تھی ، تو قرآن نے ان پر ایمان لانا کیوں ضروری قرار دیا۔ اور پھر یہ بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ رب کا علم ناقص تھا کہ اس نے نا عاقبت اندیشی سے کام لیا۔ اور محرف ہونے والی کتابوں پر مسلمانوں کو ایمان لانے پر مجبور کر دیا"

مسلمان :۔ بے شک آیات و احادیث نے اس مسئلہ کو واضح کیا ہے۔ ہم اہل اسلام اصل توراۃ ، انجیل زبور اور دیگر آسمانی صحائف پر اجمالی اور قطعی ایمان رکھتے ہیں کہ وہ برحق کلام خدا تھیں اور ان کے زمانہ میں ان پر ایمان و عمل ہر دونوں واجب تھے۔ اب صرف ان پر ایمان فرض ہے۔ عمل تو توافق شریعت محمدیہ جائز ہے۔ اور اس کے مخالف منسوخ اور موجودہ بائبل جو خلط ملط ہے۔ اس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ محرف بھی ہے۔ چوں کہ وہی قرآن مقدس جس نے ان پر ایمان لانے کے متعلق ذکر فرمایا ہے وہی فرماتا ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ لہٰذا اس میں اصل مضامین بھی اور تحریف شدہ بھی ہیں۔

عیسائی :۔ مولوی صاحب! افسوس ہے کہ توراۃ ، انجیل و زبور کو کلام خداوندی مان کر پھر انہیں محرف کہہ رہے ہو۔ قرآن تو کہتا ہے ، لاتبدیل لکلمات اللہ۔ کہ رب کے کلمات بدلتے نہیں۔" اور آپ کہتے ہیں ، یہ کتابیں محرف ہیں۔

مسلمان : قرآن حکیم نے توصیح فرمایا ۔ بشرطیکہ آپ سمجھنے کے لئے عقل سلیم رکھتے ہوں ، پہلے تو آپ یہ فرمائیں ۔ اللہ کے کلمات کسے سمجھ رہے ہیں ؟ کیا کلمات اللہ ان نقوش کا نام ہے ۔ جو بانا سے مرکب ہیں ۔ اگر یہی کلمات ہیں ، تو بتایئے کیا بائیبل بوسیدہ نہیں ہوتی ، پھٹتی نہیں ، وہ کانوں پر ردی نہیں بکتی ۔ تبدیلی تو ہوگئی ۔ اگر کلمات اللہ نقوش کا نام نہیں ہے تو میرا دعوےٰ صحیح ہے ۔ اس لئے کہ قطع و برید ، تحریف و تبدل کرنے والوں نے نقوش پر ہی مشق کی ہے ۔ اور یہی تحریف ہے ۔ مفسرین کرام کی اصطلاح میں تحریف دو قسم کی ہوتی ہے ۔ تحریف لفظی ، تحریف معنوی اور ان ہر دو قسموں کا تعلق نقوش سے ہی ہے ۔ یہی مدعا ہے ۔ نیز قرآن کریم نے یہ بھی فرمایا ہے :۔ لا تبدیل لخلق اللہ ۔ "خدا کی مخلوق کو بدلنا نہیں"

بتایئے کیا مخلوق قدیم ہے ؟ قرآن حکیم سمجھنے کے لئے کسی مسلم فاضل کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیجئے ۔ خدا آپکو ہدایت فرمائے ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ کا معنیٰ لا خلف لمواعیدہ یعنی اللہ کے وعدوں کے لئے بدلنا نہیں ہے ۔ متبعین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نجات اور منکرین کے لئے عذاب یقیناً ہے ۔ اور عنداللہ منکرین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت گرفت ہوگی ۔

اور لا تبدیل لخلق اللہ " ای تبدیل لدینہ ولا تبدلوہ بان تشرکوا ۔ یہ آیت اپنے ظاہری معنیٰ پر ہی محمول نہیں ہے ۔ بلکہ دین اسلام پر پختگی کے معنیٰ کو متضمن ہے ۔ نیز کلام صفت ہے " جیسے کہ رب تعالےٰ کی ذات قدیم ایسے ہی اس کی تمام صفات بھی قدیم ہیں ۔ لہذا یہ آیت کریمہ اپنے مقام پر صحیح و واضح ہے ۔ بائیبل کی عبارت و نقوش چونکہ تحریف کا نشانہ بنے لہذا محرف ہے ۔ اور اس دعویٰ کے لئے خود بائیبل سے بے شمار ثبوت ملتے ہیں " بلکہ اکثر مقامات سے تو یہ پتہ چلتا ہے یہ موجودہ توراۃ موسیٰ علیہ السلام پر اُتری ہوئی تو بجائے خود رہی ان کی اپنی لکھی ہوئی بھی نہیں ۔ سنئے لکھا ہے :۔

(۱) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اس شریعت کو لکھ کر اسے کاہنوں کے جو بنی لاوی اور خداوند کے عہد کے صندوق کے اٹھانے والے تھے اسرائیل کے سب بزرگوں کے سپرد کیا " (استثنا ۳۱/۹)

تشریح : اس درس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب موسیٰ علیہ السلام پر نہیں اُتری ۔ اور نہ ہی ان کی اپنی لکھی ہوئی ہے ۔ بلکہ کسی اور مورخ کی لکھی ہوئی ہے ۔ جو بعد میں ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھ رہا ہے ۔

(۲) دوسری جگہ یوں لکھا ہے :۔

"پس خداوند کے بندے موسیٰ نے خداوند کے کہے کے مطابق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔"

(استثنا ۳۴/۵)

تشریح: اس ورس سے بھی واضح ہے کہ نہ تو کلام خدا تعالےٰ ہے۔ اور نہ ہی کلام موسیٰ علیہ السلام۔ ورنہ معنیٰ یوں ہوگا۔

"خدا نے موسیٰ سے اسکی زندگی میں کہا تو نے موآب وفات پائی۔"

اگر موسیٰ پہلے ہی وفات پا چکے تھے تو خدا کس سے بات کر رہا ہے۔ بہر حال اس سے بھی واضح ہے کہ موجود توراۃ اصل توراۃ نہیں۔ بلکہ کسی ہوشیار مورخ کی لکھی ہوئی ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کی موت اور ان کی قبر اور ان کی عمر کا ذکر کر رہا ہے۔ اگر کچھ رکیک تاویلات کر کے اسے پورا کلام خدا مانا بھی جائے۔ تو یہ یقیناً کہنا پڑے گا۔ یہ کلام رب تعالےٰ نے موسیٰؑ کے بعد کسی سے کیا۔ اور جس سے کیا اس کا پتہ نہیں۔

(۳) تیسری جگہ یوں لکھا ہے:۔

"الغرض جب تک وہ ملک کنعان کی حدود تک نہ آئے من" کھاتے رہے۔" (خروج ۱۶/۳۵)

تشریح: اس ورس سے بھی ظاہر ہے یہ کلام موسیٰ علیہ السلام پر نہیں اترا۔ معلوم ہوا یہ کتاب بنی اسرائیل کے کنعان میں آنے کے بعد لکھی گئی ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے کنعان آنے سے قبل ہی فوت ہو گئے تھے۔ بہر حال یہ کتاب پوری اصلی اور الہامی نہ رہی۔

(۴) چوتھی جگہ یوں لکھا ہے:۔

"اور سموئیل مر چکا تھا۔ اور سب اسرائیلیوں نے اس پر نوحہ کر کے اسے اس کے شہر رامہ میں دفن کیا تھا۔" (سموئیل ۲۸/۳)

تشریح: اس ورس سے بھی بالکل واضح ہے کہ یہ کتاب سموئیل بنی اسرائیل پر نہیں اتری بلکہ کوئی اور مورخ ہے جو سموئیل کے بعد اس کے حالات لکھ رہا ہے۔

(۵) پانچویں جگہ یوں لکھا ہے:۔

"یہ بھی سلیمان کی امثال ہیں جن کی شاہ یہوداہ، حزقیاہ کے لوگوں نے نقل کی تھی۔" (امثال ۲۵/۱)

تشریح: معلوم ہوا یہ کتاب بنام امثال جو سلیمان علیہ السلام پر اتری ہوئی بتائی جاتی ہے ان پر نہیں اتری کیونکہ یہ کتاب شاہ حزقیاہ کے بعد لکھی گئی معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ آپ کے لوگوں کا ذکر ہے اور

شاہ حزقیاہ سلیمان ؑ سے بہت عرصے پیچھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ کتاب بھی اصل نہ رہی۔

(۶) چھٹی جگہ یوں لکھا ہے:۔

"کیوں کہ اگر پہلا عہد بے نقص ہوتا، تو دوسرے کے لئے موقعہ نہ ڈھونڈا جاتا۔" (عبرانیوں ۸؍۷)

تشریح: معلوم ہوا کہ پہلا عہد یعنی "توراۃ" بانقص و باعیب تھا۔ لہٰذا دوسرا عہد باندھا "یعنی انجیل" یہ نقائص وعیوب ہی تو تحریف ہے لہٰذا۔ یہ نہ خیال کر لینا کہ انجیل تحریف سے پاک ہے جب انجیل تحریف کا نشانہ ہوئی تو قدرت نے تیسرا عہد باندھا (یعنی قرآن کریم) اور آج چودہ سو سال گذر چکے ہیں۔ نہ کوئی نبی آیا اور نہ ہی کوئی نئی آسمانی کتاب۔ لہٰذا قرآن حکیم ہی وہ کتاب ہے جو تحریف لفظی اور معنوی سے محفوظ ہے۔

عیسائی: مولوی صاحب! آپ کتنی کچی بات کر رہے ہیں کہ قرآن غیر محرف ہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ جتنی قرآن کے اندر تحریف ہے بائیبل میں اس سے کئی درجہ کم ہوگی۔ کاش کہ آپ نے صحاح ستہ اور تفسیر القرآن اور علم اصول کی معتبر کتاب نور الانوار کو بغور دیکھا ہوتا تو آپ قرآن کے غیر محرف ہونے کا کبھی دعوٰے نہ کرتے۔ تفسیر اتقان ص۸۱ میں یہ روایت موجود ہے۔ "کہ حضرت علی (رض) نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی وفات کے وقت قسم اٹھائی تھی۔ کہ نماز جمعہ کے علاوہ کسی نماز کے لئے نہ نکلوں گا۔ یہاں تک کہ قرآن کو جمع نہ کر لوں" آپ کے پاس تو حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے۔ حضرت علی کا کہاں ہے۔ یہی تحریف ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! آپ نے خوب ہوشیاری سے کام لیا ہے کہ میرے دلائل تو ابھی پورے نہیں ہونے پائے اور آپ نے صحتِ قرآن پر اعتراضات شروع کر دئے ہیں۔ چلو میں اپنی وسعتِ ظرفی کے پیش نظر پہلے آپ کے جوابات عرض کئے دیتے ہوں۔ افسوس ہے آپ عربی معلومات سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ ورنہ ہمت سے اتقان کی اس روایت کو عربی میں پڑھیئے اور آخر تک پڑھیئے۔ پادری صاحب! اسی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ قال ابن حجر هذا الاثر ضعيف لانقطاعه۔ حضرت علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کرنا ضعیف ہے۔ کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک اس کی سند ہی نہیں پہنچتی۔"

عیسائی: تفسیر اتقان ص۶۵ پر روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضؓ نے ایک شخص کو کئی مرتبہ "طعام الاثیم"

یاد کرایا۔ مگر وہ "طعام الیثیم" کہتا تھا۔ تو عبداللہ بن مسعود نے کہا "چلو" طعام الفاجر ہی پڑھ لو۔ یہ تحریف کی دلیل ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! مانا کہ آپ نے پادری کے۔ایل ناصر گوجرانوالہ کے رسالہ "مسیحی خادم" کی قسطیں یاد کرلی ہیں۔ جو اس نے تحریف قرآن کے موضوع پر شائع کیں۔ مگر معلوم ہے اس نے کس قدر دھوکہ بازی چارسو بیس، ہوشیاری، کیادی اور مکر و فریب سے کام لیا ہے۔ کہ چند ایک کتابوں کے صرف صفحات نقل کر دیئے۔ اور وہ کتابیں بھی اکثر رافضیوں کی غیر معتبر اور چند اہلسنت کی میرے سامنے آپ کسی رافضی کی کسی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کر سکتے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک ان کی کتب مطرود و مردود ہیں" یہ روایت جو عبداللہ بن مسعود کی پیش کی ہے۔ اس میں تحریف کی کونسی دلیل ہے۔ یہ تو عبداللہ بن مسعود اس آدمی کو اس کی معذوری کے پیش نظر دوسری قراۃ سکھا رہے ہیں۔ اور اختلاف قراۃ کا نام تحریف نہیں۔ مگر مثل مشہور ہے: "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا"

پادری صاحب! دعوے سے کہتا ہوں، دنیا بھر کے پادری اکٹھے ہو جائیں مگر قرآن کے محرف ہونے کی کوئی قوی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے۔ بجز مسئلہ نسخ کے جسے آپ اپنی کم علمی کے باعث تحریف سمجھ رہے ہیں۔

عیسائی: صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابن ماجہ ص۱۴۱ کی روایت میں موجود ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیوی کہتی ہے۔ کہ آیت رجم اور دس رضعات والی آیات اتری تھیں جس دن حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) فوت ہوئے تو ان کو بکری کھا گئی۔ ثابت ہوا کہ قرآن محرف ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ خود رب العزت نے لیا ہوا ہے:۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون۔ کہ ہم نے قرآن شریف اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں" بائیبل کی طرح صرف گتوں اور کاغذوں اور چمڑے کی خوبصورت جلدوں میں ہی نہیں ہے۔ بلکہ ارشاد ہوتا ہے۔ بل ھو آیات بینات فی صدور المؤمنین۔" یہ آیات بینات ہیں جو ایمانداروں کے سینوں میں موجود ہیں" رجم کی آیات منسوخ التلاوۃ ہونے کے سبب قرآن شریف میں موجود نہیں۔ نہ اس لئے کہ بکری کھا گئی۔ جانتے ہیں نسخ کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) نسخ تلاوت (۲) نسخ حکم (۳) نسخ تلاوت و حکم

تفسیر اتقان ص۳۱۶ میں آیت رجم کو منسوخ التلاوہ کی بحث میں درج کیا ہے۔ اسی طرح نور الانوار ص۲۱۲ آیۃ رجم کو منسوخ التلاوۃ دون الحکم کی مثال میں درج کیا ہے" اسی طرح دس رضعات والی آیہ کے منسوخ ہونے کے متعلق خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔۔ عن عائشۃ قالت کان فیما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخ الخ (مشکوۃ شریف ص۲۷۳) کہ قرآن میں پہلے دس رضعات معلومات کی حرمت نازل ہوئی تھی پھر منسوخ کر دی گئی" اور پھر بالفرض منسوخ آیات کو بکری کھا بھی گئی تو بتایئے صحت قرآن میں کیا فرق آیا۔

پادری صاحب تحریف کی کوئی دلیل پیش فرمایئے۔ بکری غیر ذی عقل کا چند منسوخ آیات قرآن کو کھا جانا تو جھٹ یاد آ گیا۔ مگر جناب خود ذی شعور انسان ہو کر بائیبل کے اکثر و بیشتر مقامات کو ہڑپ کر کے بغیر ڈکار لیے دندنا رہے ہیں۔ کبھی اس پر بھی غور کیا۔

عیسائی: شرح مواقف میں ہے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وھو اب لھم مگر آپ کے موجودہ قرآن میں وھو اب لھم کا لفظ نہیں ملتا۔ لہذا تحریف ثابت ہو گئی"

مسلمان: پادری صاحب میرا دعوئے ہے بجز ناسخ و منسوخ آیات کے کوئی کمزور سے کمزور دلیل بھی تحریف پر نہیں مل سکے گی۔

حضرت ابی بن کعب کی قرأۃ میں وھو اب لھم کا جملہ تفسیری طور پر نقل کیا گیا ہے۔ نیز یہ سورۃ احزاب کی آیت ہے اور اس سورہ مبارکہ کی بہت سی آیتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منسوخ ہو گئی تھیں اور نور الانوار ص۲۱ پر میرے اس دعوئے کی دلیل موجود ہے۔ سورۃ احزاب کی آیات منسوخ ہو گئی تھیں۔

عیسائی: بخاری کی حدیث کے صاف الفاظ ہیں کہ خلیفہ سوم حضرت عثمان نے حکم دیا تھا کہ قرآن کو جلا دیا جائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اصل قرآن موجود نہیں ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! آپ نے پادری گولڈسیک کی کتاب "اسلام میں قرآن" اور ایل۔ کے ناصر کی خرافات کی رٹ لگا رکھی ہے۔ بخاری شریف کے اصل مضمون کو دیکھا ہی نہیں۔ بخاری شریف باب جمع القرآن میں یہ روایت ہے۔ وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق "یعنی حضرت حفصہ رضی کے نسخہ کے علاوہ دوسرے جلا دیئے گئے یا پھاڑ دیئے گئے۔ بعض

محدثین نے یخرق بھی پڑھا ہے۔ جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں۔ اور کیا اس لئے کہ بعض صحابہ نے تفسیری جملے، یا منسوخ التلاوۃ آیات اپنی یادداشت کے لئے لکھ لئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قرآن کو نہیں جلایا، بلکہ ان جملوں کو پھاڑا یا نذر آتش کیا جن سے التباس کا احتمال پیدا ہو سکتا تھا۔ کوشش کرو نسخ کے بغیر تحریف پر کوئی دلیل نہیں لاسکو گے اور نسخ تحریف نہیں، لہٰذا تمہارا دعوےٰ باطل۔ ؎

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار تم سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

کوئی اور بھی اعتراض ہے تو فرما لیجئے۔ تاکہ پھر میں اس طرف سے فارغ ہو کر اپنے مضمون تحریف بائیبل کو شروع کروں۔

عیسائی: تفسیر اتقان ص ۳۱ پر ہے کہ ابن مسعودؓ سورہ فاتحہ اور معوذتین قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے قرآن میں ہونے کے منکر تھے۔ اور آج یہ قرآن میں ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بعد میں داخل کی گئی ہیں۔ اسی کا نام تحریف ہے۔

مسلمان: جواب ۱ اوّل تو یہ کہ اسی مضمون کے آگے اتقان میں یہ بھی لکھا ہے:۔ ان نقل ھذا المذھب عن ابن مسعود نقل باطل، کہ ابن مسعودؓ سے اس بات کو نقل کرنا نقل باطل ہے۔

جواب ۲۔ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت عقبہ بن عامر کو معوذتین سکھائیں، دیکھو مشکوٰۃ ص ۸۵ فقال لی یا عقبۃ الا اعلمک خیر سورتین قرئتا فعلمنی قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس۔ جس سے ثابت ہوا یہ ابتداء ہی سے قرآن میں شامل ہیں۔ مگر مسیحی عقل الجھ گئی۔

عیسائی: آپ کی اصول کی کتاب نور الانوار ص ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ قرآن سے نہیں اور اس کا منکر کافر بھی نہیں اور نماز میں صرف اسی پر اکتفا کرنا بھی جائز نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اب جو قرآن میں ہے۔ تو بعد میں داخل کی گئی ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! یہ آپ کو دیرینہ مرض ہے کہ اعتراض والے جملے پڑھ دیئے اور آگے جن میں جواب ہوتا ہے وہ چھوڑ دیئے۔ کیا نور الانوار کے انہی جملوں کے آگے یہ لکھا ہوا نہیں ہے؟

"والاصح انھا من القرآن کہ صحیح یہی ہے کہ بسم اللہ قرآن مجید میں سے ہے"۔ معوذتین کی قرآنیت متواتر ہے۔ متواتر کے مقابلہ میں کوئی خبر واحد اور کسی کی انفرادی رائے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

عیسائی : بخاری صفحہ ۷۰۳ پر ہے جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک منھم المخلصین اتری

اب پچھلا جملہ قرآن میں نہیں جو تحریف کی دلیل ہے۔

مسلمان : اسی جگہ حاشیہ بخاری پر یہ لکھا ہوا ہے :۔

قراٴھا ابن عباس ثم نسخت تلاوتھا "کہ ابن عباس نے یوں پڑھا۔ مگر پھر اس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی۔ پادری صاحب! آپ نے اپنے اعتراضات پیش کر دیئے۔ ع

اب جگر تھام کے بیٹھے" میری باری آئی

اب بائبل کے محرف ہونے پر میرے بقیہ دلائل سنیئے اور ہمت ہے تو جواب دیجئے۔ آپ نے صرف چند ایک لفظوں پر اعتراض کیا ہے جن کے جوابات سُن چکے ہیں۔ اب میں عرض کروں گا کہ بائبل سے کم و بیش تیس کتابیں ہی گم ہیں اور ان کے حوالہ جات بائبل سے ملتے ہیں۔

ایک جگہ لکھا ہے :۔

"اسی سبب سے خداوند کے جنگ نامہ میں یوں لکھا ہے" (گنتی ۲۱/۱۴)

تشریح : اس ورس کے پیچھے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔ اس ورس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بنام جنگ نامہ بھی تھی جس کا یہاں ذکر ہے، مگر آج وُہ غائب ہے۔ معلوم ہوا مکمل کتاب مفقود ہے۔

دوسری جگہ یوں لکھا ہے :۔

"اور اس نے ان کو حکم دیا کہ بنی یہوداہ کو کمان کا گیت سکھائیں دیکھو یاشر کی کتاب میں لکھا ہے۔"

(سموئیل ۱/۱۸)

تشریح : اس ورس سے معلوم ہوا کہ بائبل میں کوئی یاشر کی کتاب کو بھی ہڑپ کر لیا گیا ہے اگر ہے تو بتایئے ورنہ تحریف بائبل کا اقرار کر لیجیے۔

تیسری جگہ یوں لکھا ہے :۔

"پھر سموئیل نے لوگوں کو حکومت کا طرز بتایا اور اسے کتاب میں لکھ کر خداوند کے حضور رکھ دیا۔"

(سموئیل ۱/۲۵)

تشریح : اس ورس سے تین چیزوں کا انکشاف ہوا۔

۱۔ ایک تو یہ کہ سموئیل نبی نے کوئی قانون حکومت کی کتاب لکھی جس کا حوالہ یہاں موجود ہے ، مگر بائبل میں قوانین سموئیل مفقود ہیں۔ ۲۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ بائبل کی تمام کتابیں ایسی بعض نبیوں کی اور بعض مورخوں کی لکھی ہوئی ہیں آسمانی اور الہامی کتابیں نہیں۔ ۳۔ تیسرا یہ کہ سموئیل نبی کو خدا کی طرف سے کوئی قانون حکومت نہیں ملا تھا۔ کیا یہ چیزیں تحریف بائبل کو واضح نہیں کرتیں۔

چوتھی جگہ یوں ہے۔

"اور اس نے تین ہزار مثلیں کہیں اور اس کے ایک ہزار پانچ گیت تھے" (۱ سلاطین ۴/۳۲)

تشریح: اس کتاب میں سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے اور اس ورس سے معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے تین ہزار مثلیں کہیں اور ایک ہزار پانچ گیت۔ دونوں ہی مفقود، ورنہ گن کر بتایئے۔ بائبل میں کتنی مثلیں موجود ہیں۔ اور کتنے گیت ہیں مگر نہ بتا سکو گے۔

۵۔ پانچویں جگہ یوں لکھا ہے :۔

"اور داؤد بادشاہ کے کام شروع سے آخر تک سب کے سب سموئیل غیب بین کی تواریخ میں اور ناتن نبی کی تواریخ میں اور جاد غیب بین کی تواریخ میں یعنی ان کی ساری حکومت اور زور اور جو زمانے اس پر اور اسرائیل پر اور زمین کی سب مملکتوں پر گذرے ان میں لکھے ہیں۔" (۱ تواریخ ۲۹/۲۹)

تشریح: اس ورس سے پتہ چلا کہ تواریخ سموئیل، تواریخ ناتن، تواریخ جاد یہ کتابیں بائبل میں تھیں۔ مگر اب غائب تحریف بائبل کی کس قدر زبردست دلیل ہے۔

۶۔ چھٹی جگہ یوں لکھا ہے :۔

"وہ سمعیاہ نبی اور عیدو غیب بین کی تواریخوں میں نسب ناموں کے مطابق قلم بند ہیں۔" (۲ تواریخ ۱۲/۱۵)

تشریح: اس سے ظاہر ہے کہ موجودہ بائبل میں سمعیاہ نبی اور عیدو کی تواریخ موجود تھیں۔ مگر محرفین کرام نے بغیر ڈکار لئے ہضم کر لیں۔

۷۔ ساتویں جگہ یوں لکھا ہوا ہے :۔

"اور ابیاہ کے باقی کام اور اس کے حالات اور اس کی کہاوتیں عیدو نبی کی تفسیر میں درج ہیں۔"

(۲ تواریخ ۱۳/۲۲)

تشریح: معلوم ہوا کہ کوئی عیدو نبی کی تفسیر بھی ہے۔ جو بائبل سے کسی مصلحت کے ماتحت خارج کر دی گئی ہے۔

اس کتاب کو بھی کسی بہترین ہوشیار نشانہ باز نے تحریف کا ایسا تیر لگایا کہ بائبل سے خارج کر دیا۔

۸۔ آٹھویں جگہ یوں لکھا ہے:۔

اور یرمیاہ نے یوسیاہ پر نوحہ کیا اور گانے والے اور گانے والیاں سب اپنے مرثیوں میں آج کے دن یوم سیاہ کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ انہوں نے اسرائیل میں ایک دستور بنایا۔ اور دیکھو وہ باتیں نوحوں میں لکھی ہیں"

(۲ تواریخ ۳۵/۲۵)

تشریح: معلوم ہوا کہ چند نوحے بھی ہیں۔ جو یرمیاہ نے یوسیاہ پر کہے اور ان میں ہی اسرائیل کا یہ دستور بھی درج ہے۔ بتایئے کہاں ہیں وہ نوحے۔ جن کا اس حوالہ میں ذکر ہے۔ بائبل میں تو صرف ایک کتاب نوحہ درج ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کئی نوحے تھے۔ قرآن پر تو آپ نے اعتراض کر دیا کہ بکری کھا گئی، بالفرض مان لو، کہ غیر ذی عقل بکری نے دو منسوخ شدہ آیات کو کھا لیا۔ اس پر قرآن کی تنقیص ثابت کر دی۔ مگر یہاں تو ذی عقل محرفین کتابوں کی کتابیں ہڑپ کر رہے ہیں مگر بائبل پھر بھی محفوظ کی محفوظ اور کوئی نقص ہی نہیں۔

ے ابتدائے بحث ہے روتا ہے کیا ؛ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(۹) نویں جگہ یوں لکھا ہے:۔

"اور حزقیاہ کے باقی کام اور اس کے نیک اعمال آموص کے بیٹے یسعیاہ نبی کی رویا میں اور یہوداہ اور اسرائیل کے بادشاہوں کی کتابوں میں قلم بند ہیں" (۲ تواریخ ۳۲/۳۲)

تشریح: معلوم ہوا کہ یسعیاہ نبی کی رویا کی کتاب بھی تھی جو آج بائبل سے غائب اور اسرائیل کے بادشاہوں کی کتاب سے بھی غائب۔

(۱۰) دسویں جگہ یوں لکھا ہے۔

"اور سلیمان کے باقی کام شروع سے آخر تک کیا۔ وہ ناتن نبی کی کتاب میں اور سیلانی اخیاہ کی پیشین گوئی میں اور عیدو غیب کی رویتوں کی کتاب میں جو اس نے یربعام بن نباط کی بابت دیکھی تھیں مندرج نہیں ہیں" (۲ تواریخ ۹/۲۹)

تشریح، اس درس سے مندرجہ ذیل تین کتابوں کے نام ملتے ہیں۔

۱۔ ناتن نبی کی کتاب ۲۔ سیلانی اخیاہ کی پیشین گوئی۔ ۳۔ عیدو نبی کی کتاب الرویا۔

مگر اب تینوں بائبل سے غائب ہیں۔

۱۱۔ گیارہویں جگہ یوں لکھا ہوا ہے:

"تب میکایاہ نے وہ سب باتیں جو اس نے سنی تھیں۔ جب باروک کتاب سے پڑھ کر لوگوں کو سناتا تھا۔ ان سے بیان کیں۔" (یرمیاہ ۳۶/۱۳)

تشریح: معلوم ہوا کوئی باروک نامی کتاب بھی تھی جس کا اس حوالہ میں ذکر ہے۔ مگر آج بائیبل میں موجود نہیں، بتائیے وہ کہاں گئی اسے کون لے گیا۔ یہ تمام کتابیں جن کے نام ملتے ہیں۔ مگر وہ موجود نہیں۔ کن لوگوں نے ہڑپ کر لیں اور اپنی دنیاوی اغراض کے مفاد کے پیشِ نظر توراۃ و انجیل کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ اور خدا کے غضب کے حق دار بن گئے۔ مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جو مصر، استنبول، انگلینڈ وغیرہ کے مشہور کتب فروشوں سے علیحدہ ملتی ہیں مگر بائیبل میں نہیں ہیں۔ مثلاً:

اخنوخ کی کتاب الاسرار، کتاب الاحکام، پیدائش صغیر، کتاب المشاہدات، ربوت کی دوسری کتاب، اشعر کی کتاب، دانیال اوّل، سفر زرم، سفر اوریس وغیرہ۔ ان کا بائیبل میں نہ ہونا بھی بائیبل کی تحریف کو واضح کر رہا ہے۔ اور پھر بائیبل کے اندر تناقضات کا ہونا بائیبل کے نقائص و عیوب و تحریف کو صاف ظاہر کرتا ہے۔

عیسائی: مولوی صاحب! اس تناقض کے مسئلہ سے آپ بھی نہیں بچ سکیں گے۔ قرآن کی اکثر آیتوں میں تناقض پایا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی محرف ہوا۔ شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کسی کو پتھر نہیں مارنا چاہیئے۔

مسلمان: پادری صاحب! اب پھر دوبارہ آپ ہوشیاری سے کام لے رہے۔ میں پہلی مرتبہ جب تحریف کا ذکر کرنے لگا، تو قرآن پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ اب پھر تناقضات کا ذکر کرنے لگے۔ تو خیر فرمایئے قرآن میں کیا تناقض ہے؟

عیسائی: سنئے جی! قرآن میں رب تعالیٰ اپنے آپکو بھی رؤف و رحیم کہتا ہے حضرت محمد صاحب کو بھی، خدا کا رؤف و رحیم ہونا حضرت محمد صاحب کے رؤف و رحیم ہونے کی نقیض ہے۔ اسی طرح حضرت محمد صاحب کا رؤف و رحیم ہونا خدا کے رؤف و رحیم ہونے کی نقیض ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! تناقض کا معنیٰ خوب سمجھے؟ کاش کسی فاضل مسلم سے کچھ پڑھا ہوتا۔ تو اس جہل مرکب کا شکار نہ ہوتے۔ سنئے تناقض کی تعریف، "التناقض اختلاف القضیتین بحیث یلزم لذاته صدق من کل کذب الاخری او بالعکس" یعنی تناقض دو قضیوں کا ایجاب و سلب میں اس طور پر مختلف ہونا

ہے۔ کہ وُہ اختلاف بذاتہ بلاواسطہ اس امر کو مقتضی ہو کہ اگر ایک قضیہ صادق ہے تو دوسرا کاذب ہو۔ اور ایک کاذب ہے تو دوسرا صادق ہو۔ جیسے زید انسان۔ زید لیس بانسان۔ اس مثال میں دونوں قضیوں میں اختلاف ہے۔ کیوں کہ پہلا قضیہ موجبہ اور دوسرا سالبہ ہے اور اختلاف بھی ایسا ہے کہ اس کی ذات ضرور اس امر کو چاہتی ہے کہ دونوں قضیوں میں سے اگر ایک صادق ہے تو دوسرا کاذب ہو۔ اب اس مختصر سی تعریف تناقض کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ قرآن کے اس ارشاد میں کونسا تناقض ہے۔

اب بائبل کے تناقضات کو سنیئے اور غور سے سنیئے۔ جو "تحریف بائبل کی زبردست دلیل ہے۔" پھر بتائیے کہ کسی سچے غیر محرّف کلام میں ایسی ؤدُر رَدیہ پالیسی ہو سکتی ہے؟

باب ہشتم

تناقضات بائبل میں

(۱) "کیونکہ میں نے اس گھر کو اب چنا اور مقدس کیا ہے کہ میرا نام یہاں سدا رہے اور میری آنکھیں اور میرا دل برابر یہیں لگے رہیں" (۲ تواریخ ۷/۱۶)

تشریح: اس ورس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے عمدہ ہیکل کو اپنے لیے منتخب فرمایا ہے اور اپنی آنکھوں اور دل کا مرکز قرار دیا۔ اور اس گھر سے مراد وُہ گھر ہے (یعنی بیت المقدس) جو سلیمان علیہ السلام نے بنوایا تھا۔

(") "مگر سلیمان نے اس کے لئے گھر بنایا۔ لیکن باری تعالیٰ ہاتھ کے بنائے ہوئے گھروں میں نہیں رہتا" (اعمال ۷/۴۸)

تشریح: پہلے ورس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا عمدہ ہیکلوں میں رہتا ہے مگر اس ورس نے پہلے ورس کو غلط قرار دیا۔

(۲) بقا صرف اسی کو ہے اور وُہ اس نور میں رہتا ہے جس تک کسی کو رسائی نہیں ہو سکتی" (۱ تیمتھیس ۶/۱۶)

تشریح اس ورس سے واضح ہے کہ خدا تعالےٰ نور میں رہتا ہے۔

(") "تب سلیمان نے کہا کہ خداوند نے فرمایا تھا کہ وُہ گہری تاریکی میں رہے گا۔ (۱ سلاطین ۸/۱۲)

تشریح پہلے ورس نے بتایا کہ خدا نور میں رہتا ہے۔ دوسرے نے بتایا کہ نہیں وُہ تو اندھیرے میں رہتا ہے۔ بتایئے کونسا ورس صحیح ہے۔ یا دونوں غلط ہیں۔

(۳) "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے۔ اس نے ظاہر کیا" (یوحنا ۱/۱۸)

(") "اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی" (پیدائش ۳۲/۳۰)

تشریح: پہلے ورس سے ظاہر ہے کہ خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ اور اس ورس نے دیکھا کہ یعقوب علیہ السلام نے خدا کو روبرو دیکھا اور جہاں اس کا نام فنی ایل رکھا۔ صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ خدا سے پو پھٹنے تک کشتی بھی

کی۔ اور اس کی نس دبا کر خدا کو گرایا بھی اور خدا نے وہاں شکست تسلیم بھی کی اور وہیں ہی یعقوب کا نام اسرائیل رکھا، اور رحمتوں سے نوازا۔ خدا کیا ہوا اکھاڑے کا پہلوان ہوا (معاذ اللہ) بتائیے دونوں مضامین میں کتنا زبردست تناقض ہے۔

(۴) "اور باپ جس نے مجھے بھیجا ہے اسی نے میری گواہی دی ہے۔ تم نے کبھی اس کی آواز سنی ہے۔ اور نہ اس کی صورت دیکھی۔" (یوحنا ۵/۳۷)

(") "تب خداوند نے آدم کو پکارا اور اس نے کہا کہ تو کہاں ہے اس نے کہا میں نے تیری آواز باغ میں اور میں ڈرا کیوں کہ میں ننگا تھا۔" (پیدائش ۳/۱۰)

تشریح: پہلے ورس نے بتایا نہ کبھی کسی نے خدا کی آواز سنی نہ صورت دیکھی۔ لیکن اس ورس نے بتایا۔ آدم علیہ السلام نے خدا کی آواز سنی۔ دوسرا اس ورس سے یہ پتہ چلا کہ خدا کو پتہ نہ تھا کہ آدم کہاں ہے۔ (معاذ اللہ)

(۵) "میرے اور بنی اسرائیل کے درمیان یہ ہمیشہ کے لئے ایک نشان رہے گا۔ اس لئے کہ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کر کے تازہ دم ہوا۔" (خروج ۳۱/۱۷)

(") "کیا تو نے نہیں سنا کہ خداوند خدائے ابدی تمام زمین کا خالق تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا۔" (یسعیاہ ۴۰/۲۸)

تشریح: پہلے ورس نے بتایا خدا آسمان و زمین بنا کر تھک گیا۔ اور آرام کیا۔ اور دوسرے نے بتایا کہ نہیں خدا تھکتا نہیں۔ بتائیے پہلا صحیح ہے یا دوسرا، یا دونوں غلط۔

(۶) "اور یہ کہہ کر دعا کی کہ اے خداوند تو جو سب کے دلوں کو جانتا ہے۔ یہ ظاہر کر کہ ان دونوں میں سے تو نے کس کو چنا۔" (اعمال ۱/۲۴)

(") "خدا نے تجھ کو اس بیابان میں چلایا تاکہ وہ تجھ کو عاجز کر کے آزمائے اور تیرے دل کی بات دریافت کرے۔" (استثناء ۸/۲)

تشریح: پہلے ورس سے پتہ چلا خدا دلوں کے حالات جانتا ہے۔ دوسرے ورس سے پتہ چلا کہ خدا کو آزمائش کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے۔ اور اس پچھلے حوالے کی مزید تصدیق مسیحوں کے مشہور پادری پال صاحب بی۔ اے نے "مسیحی خادم" مجریہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۵۶ء صہ ۳۲ پر بایں الفاظ کی ہے:

"جو کچھ خدا میں ہے خدا اس سب کچھ کو جانتا ہے۔ جو بات خدا کے خیال میں نہ ہو خدا اس سے ناواقف اور بے خبر ہو گا۔ جس طرح جو بات ہمارے خیال میں نہیں ہوتی ہم اس سے اس وقت بے خبر ہوتے ہیں۔"

یہ بات ظاہر ہے کہ یہ مضمون پادری صاحب نے اپنی طرف سے ہی نہیں لکھا بلکہ تعلیم بائبل کے مطابق لکھا ہے۔ اور بائبل نے خدا کو کمزور اور بے وقوف تک کے الفاظ کہدیئے (معاذ اللہ)

(۷) ”جب ابرام ۹۹ برس کا ہوا تب خداوند ابرام کو نظر آیا۔ اور اس سے کہا کہ میں خدائے قادر ہوں تو میرے حضور چل اور کامل ہو“ (پیدائش ۱۷/۱)

(”) اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا، سو اس نے کوہستانیوں کو نکال دیا۔ پر وادی کے باشندوں کو نہ نکال سکا۔ کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے“ (قضاۃ ۱/۱۹)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا کہ خدا قادر مطلق ہے۔ دوسرے درس نے بتایا کہ قادر مطلق نہیں کہ لوہے کے رتھ والوں سے ڈر گیا اور انہیں وادی سے نہ نکال سکا۔

(۸) وہ وفادار خدا ہے اور بدی سے مبرا ہے۔ وہ منصف اور برحق ہے“ (استثناء ۳۲/۴)

(”) ”اور اگر نبی فریب کھا کر کچھ کہے تو خداوند نے اس نبی کو فریب دیا“ (حزقیل ۱۴/۹)

تشریح: پہلے درس سے خدا کی وفاداری ثابت ہے مگر دوسرے سے معلوم ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس سے فریب بھی صادر ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ)

(۹) ”کیونکہ خدا کے ہاں کسی کی طرفداری نہیں“ (رومیوں ۲/۱۱)

(”) کیونکہ جس کے پاس ہے اسے دیا جائے گا اور اس کے پاس زیادہ ہو جائے گا۔ اور جس کے پاس نہیں ہے اس سے وہ بھی لے لیا جائے گا جو اس کے پاس ہے“ (متی ۱۳/۱۲)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا کہ خدا کے ہاں کسی کی طرفداری نہیں۔ مگر دوسرے درس نے بتایا کہ خدا ایک گروہ کی طرفداری کرے گا۔ اور انہیں دے کر زیادہ کر دے گا۔ اور دوسرے گروہ سے ان کا اثاثہ بھی چھین لے گا۔

(۱۰) ”خداوند کی شریعت کامل ہے، وہ جان کو بحال کرتی ہے۔ خداوند کی شہادت برحق ہے“ (زبور ۱۹/۷)

(”) ”سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح ڈالی ہے“ (۱ سلاطین ۲۲/۲۳)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا کہ خدا کی شہادت سچی ہے اور برحق ہے اور دوسرے درس سے پتہ چلا کہ نہیں شہادت دینے والے نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح تھی۔ خدا کی شہادت کیسے سچی ہوگی۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور توحید کا اعلان کیا تو انبیاء کے ذریعہ سے کیا۔

(۱۱) ”پھر اس پورے مینڈھے کو قربان گاہ پر جلانا یہ خداوند کے لئے سوختنی قربانی ہے“ (خروج ۲۹/۱۸)

(″) "تمہاری سوختنی قربانیاں مجھے پسند نہیں اور تمہارے ذبیحوں سے مجھے خوشی نہیں۔" (یرمیاہ ۲۰/۶)

تشریح: پہلے ورس سے پتہ چلا کہ اللہ کو سوختنی قربانیاں پسند ہیں۔ اور ان کا حکم دیتا ہے اور دوسرے ورس نے بتایا کہ سوختنی قربان اللہ کو پسند نہیں۔ بتائیے پہلا صحیح ہے یا دوسرا۔ یا دونوں غلط۔

(۱۲) تو خداوند اپنے خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔ کیوں کہ جن جن کاموں سے خداوند کو نفرت اور عداوت ہے۔ وہ سب انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لئے کئے ہیں۔ بلکہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو بھی اپنے دیوتاؤں کے نام پر آگ میں ڈال کر جلا دیتے۔" (استثنا ۳۱/۱۲)

(″) موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا، سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔ (پیدائش ۲/۲۲)

تشریح: پہلے ورس سے معلوم ہوا کہ اللہ کو سوختنی قربانیوں سے سخت نفرت ہے اور دوسرے ورس نے بتایا کہ نہیں اللہ تو سوختنی قربانیوں کا حکم دیتا ہے۔ بتائیے پہلا صحیح ہے یا دوسرا یا دونوں غلط۔

(۱۳) "تو اپنے جی میں خفا ہونے میں جلدی نہ کر کیوں کہ خفگی احمقوں کے سینے میں رہتی ہے۔" (واعظ ۹/۷)

(″) "اور اس نے اپنے پیچھے نظر کی اور ان کو دیکھا اور خداوند کا نام لے کر ان پر لعنت کی سو بن میں سے دو ریچھنیاں نکلیں انہوں نے ان میں سے بیالیس بچے پھاڑ ڈالے۔" (۲ سلاطین ۲۴/۲)

تشریح: پہلے ورس سے معلوم ہوا، غصہ اچھا نہیں اور احمقوں کا کام ہے اور دوسرے ورس نے بتایا کہ الیشع نبی نے غصہ سے بد دعا کی تو گالیاں دینے والے لڑکوں سے بیالیس بچوں کو ریچھنیاں کھا گئیں۔

(۱۴) "مگر تم دوستوں سے میں کہتا ہوں کہ ان سے نہ ڈرو جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور اس کے بعد اور کچھ نہیں کر سکتے۔" (لوقا ۴/۱۲)

(″) ان باتوں کے بعد یسوع گلیل میں پھرتا رہا۔ کیوں کہ یہودیہ میں پھرنا نہ چاہتا تھا۔ اس لئے کہ یہودی اس کے قتل کی کوشش میں تھے۔" (یوحنا ۱/۷)

تشریح: پہلے ورس نے بتایا کہ قاتلوں سے مت ڈرو۔ وہ سوائے قتل کے کچھ نہیں کر سکتے اور دوسرے ورس نے تردید کی کہ ڈرنا چاہیئے کہ مسیح بھی ڈر کے مارے یہودیہ سے نکل کر گلیل میں چلا گیا۔

(۱۵) اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما شبقتنی، یعنی اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" (متی ۴۶/۲۷)

(") بلکہ جب تو دُعا کرے تو اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے کر (متی ۶/۶)

تشریح: پہلے ورس نے بتایا کہ مسیح نے چیخ کر دُعا مانگی، دوسرے میں کہا چیخ کر دُعا مت مانگو، وہ غلط کار لوگوں کا طریقہ ہے۔ بلکہ علیحدگی میں آہستہ دعا مانگو۔

(۱۶) "تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے۔" (پیدائش ۱۷/۱۲)

(") دیکھو میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔" (گلتیوں ۵/۲)

تشریح: پہلے ورس سے معلوم ہوا کہ ختنہ ایک دائمی رسم ہے جسے پورا کرنا لازمی ہے۔ اور دوسرے ورس نے بتایا نہیں ابدی نہیں بلکہ کرنے کو گناہ قرار دیا اور مسیح سے محرومی کا سبب ٹھہرایا۔

۱۷ "اور یاد رکھنا کہ تو ملک مصر میں غلام تھا اور وہاں سے خدا وند تیرا خدا اپنے زور آور ہاتھ اور بلند بازو سے تجھ کو نکال لایا۔ اس لئے خدا وند تیرے خدا نے تجھ کو سبت کے دن کو ماننے کا حکم دیا۔" (استثنار ۵/۱۵)

(") آئندہ کو باطل ہدیے نہ لانا، بخور سے مجھ کو نفرت ہے۔ نئے چاند اور سبت اور عیدی جماعت سے بھی۔"

(یسعیاہ ۱/۱۳)

تشریح: پہلے ورس نے بتایا کہ اللہ نے یوم سبت کے ماننے کا حکم دیا ہے اور اللہ کے ہاں عزت والا دن ہے۔ اور دوسرے ورس نے بتایا کہ یوم سبت سے خدا کو سخت نفرت ہے۔ بتائیے پہلا صحیح ہے یا دوسرا یا دونوں غلط۔

۱۸ "اور جب بنی اسرائیل بیابان میں رہتے تھے ان دنوں ایک آدمی ان کو سبت کے دن لکڑیاں جمع کرتا ہوا ملا (اس توہین سبت کے جرم میں اسے سنگسار کر کے مار دیا گیا) (گنتی ۱۵/۳۲-۳۶)

(") اس وقت یسوع سبت کے دن کھیتوں میں ہو کر گیا اور اس کے شاگردوں کو بھوک لگی اور وہ بالیں توڑ توڑ کر کھانے لگے۔" (متی ۱۲/۱)

تشریح: پہلے ورس سے پتہ چلا کہ یوم سبت کا احترام لازمی ہے۔ حتیٰ کہ لکڑی چننے والے کو اس جرم میں کہ ہفتہ کے دن کیوں لکڑی چن رہا، قتل کر دیا۔ اور دوسرے ورس نے بتایا کہ کوئی تعظیم ضروری نہیں۔ یسوع کے شاگرد کھاتے پھرتے رہتے تھے اور بے حرمتی کرتے تھے۔

۱۹ "ہر چلتا پھرتا جانور تمہارے کھانے کو ہوگا۔ ہری سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو دیا۔" (پیدائش ۹/۳)

(") اور استثنار ۱۴/۱تا۲۱ میں حلال وحرام کی تقسیم کی گئی ہے۔"

تشریح: پہلے درس سے تو پتہ چلا کہ سب کچھ حلال ہے اور دوسرے درس نے بعض کی حرمت بیان کر دی۔

(۲۰) "اس لئے تو اب مجھ سے خدا کی قسم کھا کر تو نہ مجھ سے نہ میرے بیٹے سے اور نہ میرے پوتے سے دغا کرے گا۔" (پیدائش ۲۱/۲۳)

(") "لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا نہ تو آسمان کی کیوں کہ وہ خدا کا تخت ہے۔" (متی ۵/۳۴)

تشریح: پہلے درس نے قسم کا جواز بیان کیا اور دوسرے نے سختی سے منع کر دیا۔ بتایئے پہلا صحیح یا دوسرا یا دونوں غلط۔

(۲۱) "اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بات پائے جس سے اس عورت کی طرف اس کی التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے۔" (استثناء ۲۴/۱)

(") لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے، وہ اس سے زنا کرواتا ہے۔ اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔" (متی ۵/۳۲)

تشریح: پہلے درس سے طلاق نامہ کا جواز معلوم ہوا اور دوسرے درس نے طلاق کو ناجائز قرار دے دیا۔ اگرچہ کوئی چھوڑ ہی دے مگر پھر بھی وہ عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے۔

(۲۲) "اگر کئی بھائی مل کر رہتے ہوں اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے، بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس کے پاس جا کر اسے اپنی بیوی بنالے۔" (استثناء ۲۵/۵)

(") اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی بیوی کو رکھے تو یہ نجاست ہے۔ اس نے اپنے بھائی کے بدن کو بے پردہ کیا وہ لاولد رہیں گے۔" (احبار ۲۰/۲۱)

تشریح: پہلے درس سے ظاہر ہے کہ بھائی کے مر جانے کے بعد بھاوج سے بیاہ جائز ہے اور دوسرے درس نے بتایا کہ بھاوج سے بیاہ قطعی حرام ہے اگر کوئی کرے گا تو لاولد مرے گا۔ بتایئے پہلا صحیح یا دوسرا یا دونوں ہی غلط۔

(۲۳) "کیوں کہ باپ کسی کی عدالت نہیں کرتا، بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کر دیا ہے۔" (یوحنا ۵/۲۲)

(") "تم جسم کے مطابق فیصلہ کرتے رہو۔ میں کسی کا فیصلہ نہیں کرتا۔" (یوحنا ۸/۱۵)

تشریح: پہلے درس سے معلوم ہوا کہ تمام فیصلے مسیح خود کرتا ہے دوسرے درس نے بتایا کہ مسیح فیصلے نہیں کرتا اسے فیصل کہنا سخت ترین گناہ ہوگا۔ چونکہ خود انکار کر رہا ہے۔

۲۴ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا" (گلیتوں ۳/۱۳)

(") "یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی ۵/۱۷)

تشریح: پہلے درس سے معلوم ہوا شریعت لعنت ہے اور مسیح لعنتی۔ (معاذ اللہ) دوسرے درس نے بتایا کہ نہیں مسیح تو شریعت اور کتب سابقہ کی تکمیل کے لئے آیا ہے۔ بتایئے پہلی بات مانیں یا دوسری بات۔ نیز اس درس سے یہ بھی پتہ چلا کہ بائیبل میں کوئی ناسخ و منسوخ کا مسئلہ نہیں۔ بلکہ یہ سب اختلافات متناقضات ہیں۔ جو تحریف بائیبل کا بیّن ثبوت ہے۔

(۲۵) "اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی" (یسعیاہ ۹/۷)

(") "یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" (متی ۱۰/۳۴)

تشریح: پہلے درس سے معلوم ہوا کہ مسیح امن و سلامتی کا پیغام لیکر آیا ہے۔ اور دوسرے درس نے بتایا کہ یوں نہیں بلکہ مسیح تو سراپا قہر و غضب ہے، جو اپنی آمد کا مقصد ہی لڑائی جھگڑا بتاتا ہے۔

۲۶ "لیکن میں اپنی نسبت انسان کی گواہی منظور نہیں کرتا، تو بھی میں یہ باتیں اس لئے کہتا ہوں کہ تم نجات پاؤ" (یوحنا ۵/۳۴)

(") "اور تم بھی گواہ ہو، کیوں کہ شروع سے میرے ساتھ ہو" (یوحنا ۱۵/۲۷)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا کہ مسیح انسانی گواہی نہیں دیتا۔ اور دوسرے درس نے بتایا کہ مسیح نے اپنے اپنے شاگردوں کو اپنا گواہ قرار دیا، ہاں فرمایئے کس درس کو صحیح مانیں؟

۲۷ اگرچہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچی ہے" (یوحنا ۸/۱۴)

(") اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچی نہیں" (یوحنا ۵/۳۱)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا کہ مسیح کی اپنی گواہی اپنے متعلق سچی ہے اور دوسرے درس نے ارشاد فرمایا کہ مسیح کی گواہی اپنے متعلق مردود و مسطرود ہے۔ بتایئے کس درس کو مانیں، یا دونوں ہی چلتے کریں۔

۲۸ "یہودیوں نے اس سے کہا ہمیں روا نہیں کہ کسی کو جان سے ماریں۔" (یوحنا ۱۸/۳۱)

۲۸ ،، ”یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ ہم اہل شریعت ہیں اور شریعت کے مطابق وہ قتل کے لائق ہے۔“ (یوحنا ۱۹/۷)

تشریح: پہلے ورس نے یہودیوں کو مسیح کے خون سے بری قرار دیا اور دوسرے ورس نے مجرم ٹھہرایا، بتائیے پہلا صحیح یا دوسرا۔ اگر پہلا صحیح ہے تو آپ لوگوں کی یہودیوں سے مخالفت کیوں۔ اگر دوسرا صحیح ہے تو پہلا غلط ہوا۔

۲۹ ”تو بھی یہ جان کر کہ آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے۔“ (گلیتون ۲/۱۶)

،، ”پس تو نے دیکھ لیا کہ ایمان نے اس کے اعمال کے ساتھ ملکر اثر کیا، اور اعمال سے ایمان کامل ہوا۔“ (یعقوب ۲/۲۲)

تشریح: پہلے ورس سے معلوم ہوا، اعمال کچھ نہیں ہیں۔ اصل ایمان ہے۔ دوسرے ورس نے بتایا، نہیں یوں نہیں، بلکہ ایمان کی تکمیل ہی اعمال سے ہوتی ہے۔ بتائیے کسے مانیں پادری صاحب! آپ بھی کچھ مانیں، یا ”نہ مانوں“ کا سبق ہی یاد کر رکھا ہے۔

لطیفہ: سنا ہے کسی بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو عالم میرے لڑکے کو ایک دن میں عالم مناظر بنا دے، اسے گرانقدر انعام دیا جائے گا۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی انعام خواہ حضرات نے سوچنا شروع کیا کہ اس قدر جلدی عالم مناظر بنانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ بالآخر ایک صاحب نے دعوت قبول کر لی، شاہزادہ صاحب کو استاد صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔ اُستاد نے پڑھایا بیٹا یہ لفظ یاد کر لو۔ ” لَا اُسَلِّمُ “ (یعنی میں نہیں مانتا) اُستاد نے بادشاہ کو اطلاع دی۔ کوئی مناظر بُلا کر مناظرہ کروا لیجئے۔ مناظر صاحب آئے مناظرہ شروع ہو گیا۔ مناظر صاحب جو دلیل پیش کریں شہزادہ صاحب کا وہی جواب ”میں نہیں مانتا“ آخر شکست کھا کر واپس چلے گئے۔ دوسرے مناظر صاحب آئے، انہوں نے بھی اسی طرح دلائل دینے شروع کئے۔ مگر جواباً وہی ”میں نہ مانوں“ کی رٹ لگتی رہی۔ ہوشیار مناظر نے جھٹ پوچھا۔ آپ کے والد بزرگوار فلاں ہیں۔ جواب ملا ”میں نہ مانوں“ آخر اس کی حماقت پر مناظرہ ختم ہو گیا۔

پادری صاحب! آپ ہوش وحواس سے جوابات دیں۔ کہیں میرے کسی ایسے سوال کے جواب میں کوئی ایسی بات ہی نہ کہہ بیٹھنا۔

(۳۰) ”کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ خدا کی محبت جو ہمارے خداوند یسوع میں ہے اس سے ہم کو نہ

موت جدا کر سکے گی، نہ زندگی نہ فرشتے نہ حکومتیں نہ حال نہ استقبال کی چیزیں۔"

(〃) اور خدا کے عمدہ کلام اور آئندہ جہان کی قوتوں کا ذائقہ لے چلے اگر وہ برگشتہ ہو جائیں تو انہیں توبہ کے لئے پھر نیا بنانا ناممکن ہے۔"

تشریح: پہلے درس سے معلوم ہوا خدا کی محبت اور مسیحت سے پھرنا غیر ممکن ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔ دوسرے درس نے بتایا کہ نہیں پہلا غلط ہے، خدا کی محبت اور مسیحت سے پھر جانا ممکن ہے۔ بتایئے پہلا صحیح یا دوسرا۔

(۳۱) "اس سے تعجب نہ کرو، کیوں کہ وقت آتا ہے کہ جتنے قبروں میں ہیں اس کی آواز سن کر نکلیں گے۔"
(یوحنا ۵/۲۸، کرنتھی ۵/۵۲ مکاشفہ ۲۰/۱۲)

(〃) وہ مر گئے پھر زندہ نہ ہوں گے، وہ رحلت کر گئے۔ پھر نہ اٹھیں گے۔ کیوں کہ تو نے ان پر نظر کی اور ان کو نابود کیا" (یسعیاہ ۲۶/۱۴)

تشریح: پہلے درس نے بتایا کہ ہر مرنے والا قیامت کے قریب صور پھونکنے سے اٹھے گا۔ دوسرے درس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی نظر سے گرے ہوئے لوگ تو نہیں اٹھیں گے۔ چوں کہ مسیح نے انہیں ہمیشہ کے لئے نابود کر دیا۔ پہلے اور دوسرے درس کی مطابقت کی کوشش کی جائے تو صرف اسی طرح ہو سکتی ہے کہ مسیح کے گستاخ تو اپنی قبروں سے نہیں اٹھیں گے اور مسیح پر ایمان لانے والے اٹھیں گے۔ اور انہیں کا حساب کتاب ہوگا۔ انہیں میں سے بعض جہنم میں ڈالیں جائیں گے، بعض جنت میں جائیں گے۔ میرا خیال ہے۔ ذی عقل مسیح میری اس مطابقت کو بنظر تحسین دیکھے گا۔ کیوں کہ دونوں عبارتوں کا تناقض اٹھ گیا۔ جو گستاخ تھے وہ بچ گئے۔

(۳۲) "کیوں کہ ضرور ہے کہ مسیح کے تخت عدالت کے سامنے جا کر ہم سب کا حال ظاہر کیا جائے، تاکہ ہر شخص اپنے ان کاموں کا بدلہ پائے جو اس نے بدن کے وسیلے سے کئے ہوں خواہ برے ہوں یا بھلے۔" (قرنتی ۵/۱۰)

(〃) "دیکھ صادق کو زمین پر بدلہ دیا جائے گا۔" (امثال ۱۱/۳۱)

تشریح: پہلے درس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک کو اس کی خیر و شر کا بدلہ قیامت کو دیا جائے گا۔ دوسرے درس نے بتایا نہیں صادقوں کو زمین پر مل جائے گا۔

(۳۳) "کیونکہ خداوند انصاف کو پسند کرتا ہے اور اپنے مقدسوں کو ترک نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں۔"
(زبور ۳۷/۲۸)

(") "سنگسار کیے گئے، آرے سے چیرے گئے، آزمائش میں پڑے، تلوار سے مارے گئے، بھیڑ بکریوں کی کھال اوڑھے ہوئے محتاجی میں مصیبت میں بدسلوکی کی حالت میں مارے مارے پھرے۔" (عبرانیوں ۱۱/۳۷)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا کہ انبیاء لوگوں کے ظلم وستم سے محفوظ و مامون، دوسرے درس نے بتایا نہیں بلکہ انبیاء مظلوم ومقہور ومحتاج رہے۔

۳۴ "مبارک ہے وُہ آدمی جو حکمت کو پاتا ہے اور وُہ جو فہم حاصل کرتا ہے۔" (امثال ۳/۱۳)

(") "لیکن جب میں نے حکمت کے جاننے اور حماقت وجہالت کے سمجھنے پر دل لگایا تو معلوم کیا کہ یہ بھی ہوا کی چران ہے۔" (واعظ ۱/۱۷)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا کہ حکمت میں سلامتی ہے اور اسے مبارک شخص حاصل کرتا ہے۔ دوسرے درس سے معلوم ہوا کہ نہیں حکمت کا سیکھنا تو احمقوں کا کام ہے۔ بتائیے پہلا درس صحیح ہے یا دوسرا۔

۳۵ "نیک نام بے قیاس خزانہ ہے۔" (امثال ۲۲/۱)

(") جب ابن آدم کے سبب سے لوگ تم سے عداوت رکھیں گے۔ اور تمہیں خارج کر دیں گے اور لعن طعن کریں گے اور تمہارا نام بُرا جان کر کاٹ دیں گے، تو تم مبارک ہوگے۔" (لوقا ۶/۲۲)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا نیک نامی ایک عظیم برکت ہے۔ اور عمدہ خزانہ ہے۔ دوسرے درس نے بتایا نہیں بدنامی بھی ایک عظیم برکت ہے جو کسی کسی کے حصہ میں ہوتی ہے۔

۳۶ "حماقت لڑکے کے دل سے وابستہ ہے۔ لیکن تربیت کی چھڑی اس کو اس سے دور کر دیگی۔" (امثال ۲۲/۱۵)

(") اگرچہ احمق کو اناج کے ساتھ اوکھلی میں ڈال کر موسل سے کوٹ تو بھی اس کی حماقت اُس سے کبھی جُدا نہ ہوگی۔" (امثال ۲۷/۲۲)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا کہ جہالت کا علاج تنبیہ وتربیت ہے۔ دوسرے درس نے بتایا کہ نہیں جہالت کے رفع کرنے کے لئے کوئی طریقہ کارگر نہیں ہو سکتا۔

۳۷ "کل پاک جانوروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادی اور ان میں سے جو پاک نہیں ہیں دو دو نر اور ان کی اپنے ساتھ مادہ لے لینا۔" (پیدائش ۷/۲)

(") دو دو نر اور مادہ کشتی میں نوح کے پاس گئے، جیسا کہ خُدا نے نوح کو حکم دیا تھا۔" (پیدائش ۷/۹)

تشریح: پہلے درس سے معلوم ہوا کہ خُدا نے نوح علیہ السلام کو حکم کیا تھا۔ سات سات نر اور ان کی مادہ

کشتی میں بٹھانا، دوسرے درس نے بتایا نہیں وُہ غلط ہے، بلکہ خُدا نے دو دو بٹھانے کا حکم دیا تھا"

۳۸ "یعقوب سے یوسف پیدا ہوا، یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے"

(〃) جب یسوع مسیح خود تعلیم دینے لگا، تقریباً تیس برس کا تھا یوسف کا بیٹا تھا اور وُہ عیلی کا" (لوقا ۳/۲۳)

تشریح: پہلے درس نے مسیح کا دادا اور آپ کا پردادا یعقوب بتایا اور دوسرے درس نے عیلی بیان کیا فرمایئے

پہلا صحیح ہے یا دوسرا۔

۳۹ "جب ارفکسد ۳۵ برس کا ہوا تو اس سے سلح پیدا ہوا" (پیدائش ۱۱/۱۴)

(〃) "اور وُہ فلج کا اور وُہ عبر کا اور وُہ سلح اور وہ قینان کا" (۳/۳۵)

تشریح: پہلے درس سے پتہ چلا کہ سلح کا باپ ارفکسد ہے۔ دوسرے درس نے بتایا کہ سلح کا باپ قینان تھا بتایئے

کونسا درس صحیح ہے؟

۴۰ "جب وُہ اس پار گدرنیوں کے مُلک میں پہنچا تو دو آدمی جن میں بدروحیں تھیں، قبروں سے نکل

کر ملے" (متی ۸/۲۸)

(〃) "اور جب وُہ کشتی سے اُترا تو فی الفور ایک آدمی جس میں ناپاک روح تھی قبر سے نکل کر اسے ملا" (مرقس ۵/۲)

تشریح: پہلے درس نے دو آدمی بتایئے، دوسرے نے ایک، دونوں مقامات کو دیکھنے سے واضح ہے، کہ

قصہ سارا ایک ہی ہے۔

۴۱ "اور وُہ روپیوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپکو پھانسی دی" (متی ۲۷/۵)

(〃) اس نے بدکاری کی کمائی سے ایک کھیت حاصل کیا اور سر کے بل گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا،

اور اس کی سب انتڑیاں نکل پڑیں" (اعمال ۱/۱۸)

تشریح دونوں حواریوں میں یہودا اسکریوتی کا ذکر خیر ہو رہا ہے۔ پہلے درس نے بتایا کہ اس نے پھانسی لی

اور مر گیا اور روپے مقدس میں پھینک گیا۔ دوسرے درس نے بتایا کہ رقم سے کھیت خریدا اور گر کر مر گیا۔

پادری صاحب ان حالات کے پیش نظر تو بائبل کو صحیح اور مکمل تاریخ کی کتاب قرار دینا بھی جرم ہو گا۔

چہ جائے کہ الہامی یا آسمانی کتاب کہا جائے"

۴۲ "اور دیکھو یسوع ان سے ملا اور اس نے کہا سلام انہوں نے پاس آکر اس کے قدم پکڑے اور

اسے سجدہ کیا، اس پر یسوع نے ان سے کہا۔ ڈرو نہیں۔ جاؤ میرے بھائیوں سے کہو کہ گلیل کو

چلے جائیں وہاں مجھے دیکھیں گے۔" (متی ۲۸/۹)

(") اور وہ اس کو سجدہ کر کے خوشی سے یروشلم کو لوٹ گئے اور ہر وقت ہیکل میں حاضر ہو کر خدا کی حمد کیا کرتے تھے۔" (لوقا ۲۴/۵۲)

تشریح: ان دونوں مقامات پر مسیح کے دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھنے کا ذکر ہے۔ پہلے درس سے معلوم ہوا کہ مسیح نے زندہ ہوتے ہی شاگردوں کو گلیل میں جانے کا حکم دیا۔ دوسرے درس سے پتہ چلا کہ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد فوراً شاگرد یروشلم چلے گئے۔

۴۳ "پھر وُہ انہیں بیت عنیاہ کے سامنے تک باہر لے گیا۔ اور اپنے ہاتھ اُٹھا کر برکت دی جب وُہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ ان سے جُدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا۔" (لوقا ۲۴/۵۰)

(") اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو۔ یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح پھر آئے گا۔ جس طرح تم نے اِسے آسمان پر جاتے دیکھا تب وُہ اس پہاڑ سے جو زیتون کہلاتا ہے اور یروشلم کے نزدیک سبت کی منزل کے فاصلہ پر ہے یروشلم کو پھرے۔" (اعمال ۱/۹ تا ۱۲)

تشریح: پہلے درس سے ظاہر ہے کہ مسیح بیت عنیاہ سے آسمان پر اٹھایا گیا۔ دوسرے سے پتہ چلا کہ نہیں زیتون پہاڑ سے اُٹھایا گیا۔ بتائیے پہلا صحیح ہے یا دوسرا۔

۴۴ "اور ارامی اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگے اور داؤد نے ارامیوں کے سات سو رتھوں کے آدمی اور چالیس ہزار سوار قتل کئے۔"

(") اور ارامی اسرائیل کے سامنے سے بھاگے اور داؤد نے ارامیوں کے سات ہزار رتھوں کے سواروں اور چالیس ہزار پیادوں کو مارا۔"

تشریح: پادری صاحب! غور فرمائیے کہ ان دونوں حوالہ جات میں کتنا معمولی سا فرق ہے جس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ یہ ہیں الہامی غیر محرف کتاب کے کارنامے۔

۴۵ "۱ سموئیل ۱۷/۵۰ سے ظاہر ہے کہ جالوت کو داؤد نے قتل کیا تھا۔" اور

(") "(۲ سموئیل ۲۱/۱۹) سے واضح ہے کہ جالوت کو داؤد نے نہیں بلکہ الحنان بن یعری ارجیم نے قتل کیا۔ بتائیے کس حوالہ کو صحیح مانیں اور کس کو غلط کہیں۔

پادری صاحب! حقیقت تو یہ ہے اگر اسی طرح تناقضات کے حوالہ جات پیش کرتا جاؤں تو ایک

مستقل ضخیم کتاب بن جائے گی۔ ان چند حوالہ جات سے ہی حقانیتِ بائبل کا راز کھل رہا ہے۔ اور واضح ہو رہا ہے کہ بائبل محرف ہے یا کہ غیر محرف۔ میرا خیال ہے کہ کوئی معمولی دانش مند بھی ان دلائل سے روگردانی نہیں کرے گا۔ چہ جائیکہ آپ جیسا سنجیدہ منصف مزاج آدمی۔

عیسائی : مولوی صاحب! اگر ایسی عبارات سے بائبل کی تحریف ثابت ہے تو قرآن میں ایسے احکام ملتے ہیں۔ جو پہلے تھے اب نہیں ہیں لہٰذا قرآن بھی یقیناً محرف ہوا۔

مسلمان : اہل اسلام کے ہاں نسخ کا مسئلہ مسلّم ہے اور اس کے متعلق قرآن حکیم نے ہی بیان کیا ہے، جیسا کہ پیچھے عرض کر دیا گیا ہے۔ مگر بائبل میں عقیدۂ نسخ کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ہے جیسا کہ گذر چکا ہے:۔ کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا: میں توراۃ کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ مکمل کرنے آیا ہوں۔

الحمد للہ!

کہ آپ یہ تو مان گئے کہ قرآن ہے تو سہی مگر ہے محرف۔ آپ کا قرآن کو محرّف کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اسے الہامی کتاب سمجھتے ہیں اور مان رہے ہیں۔ رہا تحریف کا مسئلہ تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں، دنیا بھر کے مسیحی عالم اکٹھے کر لیجئے تحریف قرآن پر کوئی ٹھوس دلیل پیش نہیں کر سکیں گے، بجز منسوخ شدہ آیات کے اور یہ تحریف نہیں بلکہ من جانب اللہ ہے۔ اور صاحبِ کتاب جو اپنی کتاب میں تبدیلی کرے تو وہ تحریف نہیں ہے۔ اگر پھر کبھی بھی اس مسئلہ پر گفتگو کریں تو فقیر حاضر ہے۔ (انشاء اللہ العزیز)

باب نہم

فصل اوّل

اسلام پر اعتراضات اور اُن کے جوابات

عیسائی : اسلام کوئی بذاتہ مستقل مذہب نہیں ہے بلکہ مختلف مذاہب سے چن چناکر چند ایک تعلیمات اکٹھی کر دی گئی ہیں اور اس کا نام اسلام رکھ دیا گیا ہے۔ اکثر حصّہ اسلامی تعلیمات کا بُت پرستوں اور زرتشتیوں سے ماخوذ ہے۔ مثلاً علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں قدیم عربوں کی رسومات شمار کی ہیں اور تاریخ ابوالفدا نے بھی اسی کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ ابوالفدا مترجمہ مولوی کریم الدین جلد ا صفحہ ۲۳ میں ہے :

"بعض باتیں جو زمانہ جاہلیت میں کفار کرتے تھے اسلام نے بھی جائز رکھیں۔ چنانچہ وہ لوگ ماں اور بیٹی سے نکاح نہ کرتے تھے اور دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا ان کے نزدیک بُرا تھا اور جو شخص اپنے باپ کی جورو کو اپنے گھر میں ڈال لیتا تھا اُسے بُرا جانتے، خانہ کعبہ کا حج کرتے، عمرہ بجا لاتے اور احرام باندھتے اور طواف کرتے، غسل جنابت سے نہاتے، کلی کرتے، ناک میں پانی ڈالتے، مسواک کرتے، ناخن کٹواتے، استنجا کرتے، بغل کے بال اترواتے، موئے زہار مونڈتے وغیرہ اور انہی چیزوں پر ہی اسلام کا دار و مدار ہے اور یہی مشرکوں سے ماخوذ ہیں۔ لہذا ظاہر ہے اسلام مانگا ہوا مذہب ہے۔

مسلمان : ماشاء اللہ چشم بد دور پادری صاحب! اچھا ہوا آپ تو شرک سے بچ گئے نہ خانہ کعبہ کا طواف۔ حج، عمرہ، احرام بقول جناب مشرکانہ رسمیں ہیں اور ہم ان کا ارتکاب کر کے شرک میں داخل۔ اور آپ ان کا انکار فرما کر شرک سے محفوظ۔ چونکہ یہ سب کام مشرکانہ رسوم ہیں۔ اس کے

دوسرے پہلو پر عمل فرمائیں، تاکہ پوری طرح شرک سے بچ سکیں، وُہ ماں، بہن سے نکاح کو حرام سمجھتے تھے یہاں کا منشر کانہ فعل تھا۔ آپ گھر میں ہی معاملہ طے کرلیا کریں، تاکہ شرک سے بچ جائیں۔ وُہ اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرنا بھی حرام سمجھتے تھے۔ لہٰذا یہ مبارک کام بھی کرکے دُنیائے عیسائیت پر واضح فرمادیں کہ شرک سے یوں بچا جاسکتا ہے، وہ جنبی ہوتے تو غسل کرتے۔ آپ حالتِ جنابت میں بھی گرجا تشریف لیجاکر عبادت فرمایا کریں، تاکہ شرک سے محفوظ رہ سکیں، وہ موئے زیرِ ناف مونڈتے، بغلوں کے بال اترواتے، آپ بڑھنے دیا کریں، تاکہ پھر کسی دوسرے میدان میں آپ اپنے کو پکا اور ٹھوس مومن ثابت کرسکیں۔ تین خُدا ماننا تو آپ کے نزدیک پہلے ہی شرک نہیں۔ اُمید ہے آپ جلد ہی کسی مرکزی مقام سے یہ فتوےٰ صادر کرائیں گے کہ سب مسیحی لوگ اپنی ماؤں، بہنوں سے بیاہ شادیاں خوب رچائیں تاکہ شرک سے بچے رہیں۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

اگر آپ بھی ماں، بہن کے نکاح کو حرام قرار دیتے ہیں۔ بغلوں کے بال اور موئے زیرِ ناف بھی اتارتے ہیں جنابت سے غسل کرتے ہیں تو پھر آپ تو ڈبل مشرک ہوئے۔ چوں کہ عقیدہ تثلیث بھی یقیناً شرک ہے۔

جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک شہرستانی کوئی معتمد انسان نہیں کہ اس کا لکھا ہوا لوہے پر لکیر ہو۔ بلکہ اس کے معتزلی ہونے کے دلائل ملتے ہیں۔

عیسائی: زرتشتیوں کی نماز کے اوقات بھی پانچ تھے اور اسلام میں بھی پانچ۔ اگر آپ یہ کہیں کہ صاحب پانچ نمازیں تو ہمارے مذہب کے مطابق شبِ معراج میں مقرر ہوئی ہیں جیساکہ بخاری میں آتا ہے۔ تو مولوی صاحب! دیانتداری سے فیصلہ کیجئے وُہ خُدا کیسا ہے جو حضرت محمد صاحب کو حضرتِ موسیٰ کے سمجھانے پر معاف کر رہا ہے، گویا خدا موسیٰ کی رائے کا محتاج ہے۔

مسلمان: یہ بات تو آپکو بھی معلوم ہے کہ پانچ نمازیں شبِ معراج میں مقرر ہوئیں۔ لہٰذا یہ زرتشتیوں سے ماخذ نہیں۔ ہمارے ہاں تو یہ چیز حدیث سے مل رہی ہے۔ جس پر آپ بلا وجہ نامعقول اعتراض گھڑ رہے ہیں۔ افسوس کہ آپ اپنی کتاب مقدس $\frac{۱۸}{۲۷ \text{ تا } ۳۳}$ کے مضمون کو بھول گئے جہاں سدوم والوں کا عذاب کا ذکر ہے۔ ما ھوجوابکم فھوجوابنا

عیسائی: اسلام کے اندر بڑی آزادی ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص خُدا اور رسول کا منکر بھی ہو تب بھی

وُہ مسلمان ہے ۔ قرآن وحدیث کا انکار کرتا رہے تب بھی پکا سچا مسلمان ہے ۔ لہٰذا اسلام کا کوئی ضابطہ وڈسپلن نہیں ہے ۔

مسلمان : پادری صاحب ! آپ اصولِ اسلام سے قطعی ناواقف ہیں ۔ یہ آپ غلط سمجھے پھر رہے ہیں ۔ کہ منکرِ خُدا اور رسول بھی مسلمان ہے ، دیکھئے جب ہم ایک رسول کے منکر کو بھی مسلمان نہیں کہتے چہ جائیکہ دونوں کے منکر کو مسلمان کہا جائے ۔ آپ خُدا کو مانتے ہیں مگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں مانتے کیا کبھی کسی نے آپ کو مسلمان کہا ؟ ہم جیسے منکرِ خُدا کو بے ایمان کافر کہتے ہیں ایسے ہی منکرِ رسول ، منکرِ قرآن اور منکرِ حدیث کو بھی کافر کہتے ہیں ۔ بلکہ اس سے بھی کچھ آگے " کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تو مانتا ہے ۔ مگر توہین کرتا ہے تو جمہورِ اسلام اسے بھی کافر کہتے ہیں ۔ قرآن وحدیث کی بیشمار آیات اس مضمون پر شاہد ہیں ۔

عیسائی : اسلام میں مقدس مقام کعبہ کو بتایا گیا ہے ۔ جس میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبل سینکڑوں بُت رکھے ہوئے تھے اور معلوم نہیں کتنے لمبے عرصے سے بت خانہ چلا آرہا تھا ۔ کم از کم تعظیم گاہ کوئی ایسی تو ہوتی جس پر کوئی انگشت نمائی نہ کرسکتا اور جو کسی زمانہ میں بھی بتوں کی نجاست سے آلودہ نہ ہوتی ۔

مسلمان : پادری صاحب ! آپ جیسے سلجھے ہوئے آدمی کی شان کے منافی ہے کہ ایسی تک بندی اور جوڑ توڑ سے کام لیں ۔ یہ بھی کوئی اعتراض ہے ۔ اگر ایک وقت میں بت تھے اور پھر نبی نے آکر نکال دیا ۔ اور عوام وخواص کی عبادت گاہ بنی تو کیا حرج ہے ۔ کاش کہ آپ کی نظر کچھ بائیبل پر بھی ہوتی ، " نقل کفر ، کفر نہ باشد " مصر کی زانیہ فاسقہ ، فاجرہ بدکار دو عورتیں تائب ہو کر خدا کی بیویاں تو بن سکتی ہیں ۔ مگر کعبہ بتوں کے اخراج کے بعد عبادت گاہ قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ ایسے ہی نہیں کہہ دیا ۔ حوالہ سنئے : لکھا ہے :-

" اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد ! دو عورتیں ایک ہی ماں کی بیٹیاں تھیں ۔ انہوں نے مصر میں بدکاری کی ، وُہ اپنی جوانی میں بدکار بنیں وہاں ان کی چھاتیاں مَلی گئیں اور وہیں ان کی دوشیزگی کے پستان مسلے گئے ۔ ان میں سے بڑی کا نام آہولہ اور اس کی بہن کا نام آہولیبہ تھا اور وُہ دونوں میری ہوگئیں اور ان سے بیٹے بیٹیاں پیدا ہوئے ۔" (حزقیل ۲۳ / ۱ تا ۵)

تشریح : مندرجہ بالا مضمون سے ایک تو آپ کا بے بنیاد اعتراض جو اسلام پر تھا اُٹھ گیا ، مگر آپ خود پھنس گئے ۔

نیز اگر مسیح علیہ السلام ہیکل کو تاجروں اور بدکرداروں سے بھوٹوں اور خدا کی بادشاہت میں نہ داخل ہونے والوں کو نکال دیں اور اسے خدا کا گھر ٹھہرائیں تو کوئی اعتراض نہیں۔ مگر اسلام پر جھٹ اعتراض کر دیا۔

حوالہ سنئے!

"اور یسوع نے خدا کی ہیکل میں داخل ہو کر ان سب کو نکال دیا جو ہیکل میں خرید و فروخت کر رہے تھے۔ اور صرافوں اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں الٹ دیں اور ان سے کہا ہے کہ میرا گھر دعا کا گھر کہلائے گا۔ مگر تم اسے ڈاکوؤں کی کھوہ بناتے ہو" (متی ۲۱/۱۲)

؎ الجھا ہے پاؤں پادری بحث دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

نیز مسیح نے کئی بدروحوں کو نکال کر پاک تعلیم ڈالی۔ سینکڑوں کے دل کفر و گندگی سے صاف کر کے نیکی سے بھرے۔ اس جگہ تو اعتراض یاد نہ آیا، مگر ختم المرسلین نے کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے عبادتگاہ قرار دے دیا تو اعتراض یاد آگیا۔

عیسائی: اسلام نے بعض اوقات کفر کہنے کی بھی اجازت دے دی ہے۔ قرآن میں ہے:۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ "یعنی جو مجبور ہو وہ کلمہ کفر کہہ سکتا ہے۔" یہ ایک طرح کی فریب بازی ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! کچھ سوچ سمجھ کر تو اعتراض کیا کرو۔ قرآن مجید تو صاف فرما رہا ہے: کہ "جس کا دل مطمئن بالایمان ہو"

اب اعتراض کونسا رہ گیا۔ پھر اگر دل میں توحید اور بعض وجوہ سے انکار ہو تو جائز۔ مثلاً گونگا ہے، منہ میں پھنسیاں ہیں یا سونے والا کچھ خلاف توحید کہہ رہا ہے۔ مگر دل میں خالص توحید جلوہ فرما ہے تو وہ ایمان ہی ہے۔ ہاں اگر مرعوب ہونے کی صورت میں بھی زبان پر کلمہ کفر نہ لائے اور شہید کر دیا جائے، تو افضل ترین، عظیم ترین اجر کا حق دار ہوگا۔ اگر بے عذر یا بے وجہ خلاف توحید کہتا ہے تو یقیناً کافر ہے اور ایسے معاملات میں اگر پکا رہے تو عزیمت پر عمل ہے اگر کچھ کہہ دے تو رخصت پہ۔

عیسائی: اسلام میں ایک ہی وقت میں چار عورتیں رکھنے کا حکم ہے حالاں کہ یہ بڑی معیوب سی بات ہے۔ ایک مرد کی یہ کب ہمت ہے کہ چار کے حقوق پورے کر سکے اور انصاف سے کام لے سکے۔

مسلمان : پادری صاحب ! آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ کثرت ازدواج کا رواج پہلے ہی سے عرب میں تھا۔ اور کوئی تعداد مقرر نہ تھی، اسلام نے اس رسم کو بند کردیا اور حکم دیا کہ بیک وقت کوئی شخص چار سے زائد بیویاں نہ رکھے اور پھر قرآن حکیم نے یہ بھی ارشاد فرمایا : فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً "اگر تم خوف کرو کہ تم اپنی بیویوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو صرف ایک بیوی رکھنا" بس یہیں اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آگے ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ۔ "تم کبھی اپنی بیویوں میں عدل نہ کرسکو گے۔ اگرچہ ایسا کرنا چاہو" ہاں اگر مسیحی عقل صریح ارشاد میں بھی اُلجھ جائے تو خدا ہدایت دے۔

عیسائی : اسلام میں طلاق کا مسئلہ بھی بڑا عجیب سا ہے جب آدمی چاہے عورت کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دے۔ کوئی گرفت نہیں یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

مسلمان : آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ طلاق کا مسئلہ اسلام میں ہی نہیں بلکہ شریعت موسوی میں بھی ہے اور اور حضرت مسیح فرماتے ہیں : کہ میں توراۃ کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ جیسے عرب میں کثرت ازدواج کا رواج تھا۔ ایسے ہی کثرتِ طلاق بھی تھا کہ معمولی بات پر فوراً طلاق دے دی۔ آج ساری دنیا میں زیادہ طلاق کے مقدمات یورپ کی عدالتوں میں ہی ہیں۔ اسلام نے تو لوگوں پر عظیم احسان کیا کہ بے روک ٹوک طلاق پر بہت قیود بڑھا دیں۔

۱۔ عرب میں ایلا بھی عام تھا اور طلاق کے معنیٰ میں مستعمل تھا۔ اسلام نے اس کی بھی اصلاح فرما دی۔ جس سے طلاق میں کمی واقع ہوگئی۔

۲۔ اسلام نے ظہار کو بھی لغو قرار دیا۔ حالاں کہ عربوں کے نزدیک ظہار بھی طلاق ہی تھا۔ اس سے بھی طلاق میں کمی واقع ہوئی۔

۳۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ان ابغض الحلال عند اللہ الطلاق۔ "جائز کاموں میں سب سے زیادہ نفرت والا کام اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ اس ارشاد سے بھی طلاق دینے والوں کو ڈرسنایا گیا ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو فرمایا : اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔ "اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے، اور طلاق دینے میں اللہ سے ڈرو"

اس ارشاد میں طلاق دینے والوں کو دھمکی ہے۔

۵۔ مہر کا مقرر ہونا بھی طلاق کی روک کا سبب ہے۔

۶۔ قرآن مجید نے لازم ٹھہرایا ہے کہ نااتفاقی کی صورت میں میاں بیوی کی اصلاح کے لئے ایک ثالث شوہر کے کنبے سے اور ایک بیوی کے کنبہ سے مقرر کئے جائیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کے لئے روک ہے۔

کیا اسلام نے طلاق کی روک کے لئے یہ اقدامات نہیں کئے۔

عیسائی : اسلام خونخواری سکھاتا ہے۔ کفار کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ صریح ظلم ہے۔ تمام کے تمام جنگوں میں اسی ظلم کا مظاہرہ ہوا۔ دین تو امن و سلامتی کا نام ہے نہ کہ ظلم و ستم کا۔ امن و سلامتی فقط دین مسیحی میں ہی ہے۔ اسلام کی ترقی کا باعث محض تلوار ہی ہے۔

مسلمان : پادری صاحب! آپ حقیقتِ اسلام کو ہی نہیں سمجھے۔ اسلام عربی لفظ ہے۔ جس کے یہ معانی ہیں :۔

۱۔ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دے دینا۔

۲۔ کسی کو اپنا کام سپرد کر دینا۔

۳۔ طالبِ صلح ہونا۔

۴۔ یہ لفظ سلم سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ ہر قسم کے الزاموں سے بری ہونا، عافیت کی زندگی بسر کرنا۔ باہمی محبت و صلح سے رہنا، جدال و خصومت سے بچنا، خضوع و خشوع سے بارگاہ خداوندی میں پیش آنا۔ (لسان العرب)

تمام ادیان کسی نہ کسی فرد سے منسوب ہے۔ مثلاً دین یہودی، یہودا کی طرف منسوب ہے۔ دینِ عیسائی، عیسیٰ کی طرف منسوب ہے۔ بدھ مت کا نام اس لئے بدھ مت ہے کہ اس کا بانی مہاتما بدھ تھا۔ زرتشت مذہب کا نام اس کے بانی زرتشت کے نام پر ہے۔ اور :۔

اسلام ہی وہ دین ہے جو کسی فرد کے نام پر نہیں ہے۔

اسلام کے معنی ہیں اللہ تعالےٰ کے حکم کے سامنے جھک جانا اور تسلیم کرنا۔ لہٰذا ساری کائنات کا دین دین اسلام ہے۔ کیوں کہ دنیا میں جتنی چیزیں موجود ہیں۔ سب طوعاً و کرہاً اللہ کے حکم کو مان رہی ہیں۔ چاند، سورج، زمین، آسمان، درندے، پرندے، بہر حال کائنات کا ذرہ ذرہ اس

کے حکم کا تابع ہے۔ لہٰذا اس کا دین بھی دینِ اسلام ہوا۔ یہی کائنات کا دین اور دینِ فطرت ہے۔
لفظ اسلام کو جیسے بھی الٹا و پلٹا و اس کے معانی میں خوبیاں ہی ہوں گی۔ اسلام سے سِلم ہے جس کا معنیٰ اصلح کا ہے۔ اسی سے سُلّم ہے جس کا معنیٰ سیڑھی کا ہے۔ اسلام بھی معبودِ حقیقی کو پانے کی سیڑھی ہے۔ سُلم کو الٹا دیں تو ملس بن جاتا ہے۔ جس کا معنیٰ نرم ہونے کا آتا ہے۔ جیسے قرآن فرماتا ہے رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ غلامانِ مصطفٰے آپس میں نرم ہیں۔ اس سے کسم بھی بن جاتا ہے جس کا معنیٰ خاموشی کا بھی آتا ہے۔ (مسلمان یا وہ گوئی سے چپ رہے)، اس سے مسل بھی بنتا ہے۔ جس کا معنیٰ ہے پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ چلانا۔ یعنی مسلمان وہ ہے جو ایک دوسرے کو نفع پہنچائے۔ لمس بھی بھی اسی سے ہے، جس کا معنیٰ ہے ہر وقت طلب میں رہنا۔ مسلمان بھی وہی ہے جو ہر وقت رضاء خداوندی کی طلب میں لگا رہے۔

کاش کہ اسلام کی شدت پر اعتراض کرتے وقت آپ مسیح کے اس قول کو بھی مدِنظر رکھتے:۔
"یہ نہ سمجھو کہ میں صُلح کروانے آیا ہوں۔ صُلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ کیوں کہ میں آیا ہوں۔ کہ مرد کو اس کے باپ اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جُدا کردوں"

(متی ۱۰ ۳۵)

اسلام نے تلوار اُٹھائی، مگر ظالموں کے خلاف، بے ایمانوں کے جواب میں اور یہ عین انصاف ہے۔
لوہے کی تلوار سے بڑھکر کام عفو و کرم کی تلوار نے کیا، وہ شفقت کا روحانی خنجر ہے۔ جس نے بیگانوں کو یگانہ بنا دیا، وہ رحمت کا وسیع کمند تھا جس نے سرکشوں کے سر جھکا دیئے۔ وہ اخلاق کی روحانی چھری تھی جس نے دشمنوں کو دوست بنا دیا۔ اسلام نے تو ہمیشہ امن و سلامتی کا علم بلند رکھا ہے۔
مگر اپنا پتہ ہے کہ آپ لوگوں نے کیا کیا کارنامے کئے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی کسی جگہ عیسائیوں کو غلبہ ہوا۔ اپنے زیرِ دستوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ تاریخِ عالم کی آنکھ قیامت تک خون افشاں ہے مجاہدینِ مسیحی نے جب بیت المقدس پر قبضہ پایا، تو مسلمان کے معصوم بچوں کو دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر ان کے سر پھوڑ دیئے، جوانوں کو آگ میں جلا دیا۔ بعضوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے کہ دیکھیں کہیں سونا تو نہیں نگل گئے۔ مسلمان تو ابھی غیر تھے ہی، یہودکوان کے معبدوں میں بند کر کے زندہ جلا دیا۔ اس کے برعکس جب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس پر فتح حاصل تو عیسائیوں کو امن دیا، وہیں

رہنے دیا، اخلاق سے پیش آیا، بدلہ نہیں لیا، باوجودیکہ اس سے کچھ دن پہلے معرکہ حطین میں ریجنالڈ کی طرف سے سلطان صلاح الدین کے خلاف کئی قسم کے دھوکے ہوئے، معاہدہ شکنی ہوئی۔

ے اپنے عیبوں کی نہ کچھ فکر ہے نہ پرواہ ہے (دیکھو تاریخ بوحدید محمد فرید)

غلط الزام یہ ہم پہ لگا رکھا ہے

آیئے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی ہمدردی کا تھوڑا سا نقشہ پیش کروں۔ انگلستان کا بادشاہ رچرڈ جب اپنے مشہور گھوڑے فورڈیل پر سوار ہو کر لڑ رہا تھا۔ تو ایوبی فوج سے کسی بہادر سپاہی نے تیر مار کر رچرڈ کا گھوڑا ہلاک کر دیا۔ اس قصہ کا جب صلاح الدین کو علم ہوا تو خادم کو حکم دیا جاؤ فوراً اعلیٰ نسل کا عربی گھوڑا لاؤ، تاکہ انگلستان کا بادشاہ اپنے شاہانہ ٹھاٹھ سے جنگ کرے۔ چنانچہ خادم نے جب رچرڈ کو گھوڑا پیش کیا تو اس نے اپنا ہیٹ خود اُتار کر سلام کیا اور کہا، میں جانتا ہوں تمہارے آقا ایک شاہانہ دل رکھتے ہیں۔ صلاح الدین کا میری طرف سے شکریہ ادا کرنا۔ واقعی ہی وہ ایک نیک دل دشمن ہے۔"

آپ بھی کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں۔

فصل دُوم

بانیٔ اسلام پر اعتراضات اور اُن کے جوابات

عیسائی : خداوند یسوع مسیح کی فضیلت و برتری اور دنیا کی بادشاہت کے متعلق تو قرآن بیان کرتا ہے۔ اور مسیح کا علمی مقام بھی ثابت کرتا ہے۔ مگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں قرآن کہتا ہے : لوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء "اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کرلیتا اور مجھے برائی بھی مس نہ کرتی۔

مسلمان : پادری صاحب! کاش آپ کچھ عربی قواعد سے بھی آشنا ہوتے، تو یہ بے تکی بات نہ کرتے، سنئے جناب : شرط کا وجود جزا کے وجود کو مستلزم ہوتا ہے اور شرط کا منتفی ہونا جزا کے منتفی ہونے کو مستلزم ہوتا ہے۔ جزا کے ثابت ہونے کے ساتھ ضروری ہے کہ شرط بھی ثابت ہو۔ قرآن کریم فرماتا ہے : لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا "زمین و آسمان میں اللہ کے بغیر کوئی دوسرا معبود ہوتا۔ تو زمین و آسمان میں تباہی و فساد پیدا ہو جاتا۔" جب زمین اور آسمان قائم ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی طرح اس آیت کریمہ کو بھی دیکھیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کثیر جمع نہیں فرمائی اور برائی نے بھی مس کیا ہے، تو آپ غیب نہیں جانتے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خیر کثیر بھی ثابت ہے اور برائی کا مس کرنا محال ہے۔ تو حضور علیہ السلام غیب جانتے ہیں۔ قرآن حکیم فرماتا ہے : ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ "جسے حکمت و دانائی دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔" اور نبی علیہ السلام تو حکمت کے معلم ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے : ویعلمھم الکتاب والحکمۃ کہ حضور علیہ السلام کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔" سوء اور فحش کا تعلق شیطان

سے ہے: انما یامرکم بالسوءِ والفحشاء کہ شیطان تمہیں سوء اور فحش کا حکم کرتا ہے اور ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ کسی پیغمبر پر شیطان کا تسلط نہیں ہو سکتا۔ لہذا حضور علیہ السلام کے لئے خیر کثیر حاصل ہے۔ اور برائی نے بھی مس نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب بھی رکھتے ہیں۔

عیسائی: حضرت محمد صاحب کے متعلق قرآن کہتا ہے: ووجدك ضالا فهدیٰ "اور تجھے رب نے گمراہ پایا پس ہدایت دے دی۔" جو خود بھٹکا ہوا ہو وہ دوسروں کو کیا ہدایت دے سکتا ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! آپ قرآنی اصطلاحات و معانی سے قطعی ناواقف ہیں۔ ہر جگہ ضال بمعنی گمراہی نہیں آتا۔ برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا تھا: انك لفی ضلالك القدیم[1]۔ بتایئے پیغمبر کے بیٹے اپنے باپ کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو گمراہ ہے (معاذ اللہ) بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ تو ابھی تک یوسف کی محبت میں وارفتہ ہے۔ یہی معنیٰ اس جگہ ہے کہ اے پیغمبر ہم نے تجھے اپنی محبت میں وارفتہ پایا اور آپ کو سلوک عطا کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں "ضال" وہ اونچا درخت ہے جس سے راہ گم ہوئے ہدایت پائیں۔ کہ اے حبیب تو ہدایت کا بلند و بالا درخت ہے۔ جس سے راہ گم ہوئے لوگ تمہارے ذریعے ہدایت پائیں۔ جناب! آپکو علم ہے کہ اس بلند و بالا شجر ہدایت کو دیکھ کر کس قدر لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ بڑے بڑے پوپ اور پادری جھک گئے، راہبوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ مشرکوں نے توبہ کی، بُت پرست، بُت شکن بن گئے، ڈاکو رہبر ہو گئے، ظالم رحم دل ہوئے، زانی پارسا بنے۔

عیسائی: حضرت محمد کے متعلق قرآن کہتا ہے:۔

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر "تاکہ تیرا خدا تیرے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کرے۔" ثابت ہوا کہ حضرت محمد صاحب گناہ کرتے تھے۔ (معاذ اللہ)

مسلمان: اس بے بنیاد اعتراض کے کئی ایک معقول جواب دیئے جا سکتے ہیں:۔

---

[1] دوسری جگہ یوں ہے: ان ابانا لفی ضلال مبین ۱۲

ایک یہ کہ ذنبک میں ایک مضاف پوشیدہ جیسے لک سے ظاہر ہے۔ یعنی تمہاری وجہ سے تمہاری امت کے گناہ معاف کئے۔ اگر اس سے آپ کے گناہ مراد ہوتے تو لک سے کیا فائدہ؟

دوسرا یہ کہ مغفرت سے مراد عصمت اور حفاظت ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ آپکو ہمیشہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔

المراد بالمغفرۃ الحفظۃ والعصمۃ ازلا وابداً (روح البیان)

عیسائی: اہل اسلام کی مستند کتابوں سے ظاہر ہے کہ آں حضرت نے مسلمانوں کو تین موقعوں پر جھوٹ بولنے کی اجازت دیدی۔ اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولنا صرف تین موقعوں پر جائز ہے۔ ایک تو مرد کا جھوٹ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے۔ دوسرے لڑائی میں جھوٹ بولنا، تیسرے لوگوں میں صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا۔ (ترمذی)

مسلمان: جناب یہ اعتراض آپ کے علم حدیث و اسماء الرجال سے قطعی ناواقف و جاہل ہونے کی دلیل ہے۔ اسماء بنت یزید اور ترمذی کا دارومدار عبداللہ بن خثیم پر ہے۔ ترمذی خود فرماتے ہیں: الا من حدیث خثیم۔ علامہ طحاوی مشکل الآثار جلد ۳ ص ۹۱۰ ھو رجل مطعون فی روایۃ منسوب الی سوء الحفظ "وہ آدمی یعنی ابن خثیم سوء حفظ کی وجہ سے روایت میں معتبر نہیں۔ بتائیے تسلی ہوئی یا نہیں۔ آپ نے تو کلام خدا توریت و انجیل و زبور کو بھی بگاڑ دیا۔ مگر ہمارے ہاں اللہ کے فضل و کرم سے کلام مصطفیٰ علیہ السلام بھی محفوظ و مامون ہے۔ ع

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

عیسائی: اکثر اسلامی تاریخ کی کتابوں سے یہ چیز ملتی ہے۔ کہ آنحضرت نے بحیرہ راہب سے علوم سیکھے اور ان کی شاگردی حاصل کی۔ وہ تعلیم جو چالیس برس کے بعد ظاہر کی، بحیرہ راہب کی تعلیم ہی تھی۔ ورنہ جس پر وحی اُترتی ہو اسے کیا ضرورت ہے کہ کسی کا شاگرد بن کر کام چلائے۔

مسلمان: جناب کچھ تو خوف خدا کرو، اس قدر صریح جھوٹ الاماں۔ اگر ہو تو بتائیے کونسی اسلامی تاریخی کتاب ہے۔ جس سے یہ مضمون ملتا ہے۔ کہ آپ نے بحیرہ راہب سے علوم سیکھے اور شاگردی کی۔ ہرگز نہیں دکھا سکو گے۔ ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین۔

بات صرف اتنی ہے۔ جب حضور علیہ السلام بارہ برس کے ہوئے تو اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ شام کو گئے، تو بحیرہ راہب نے پہچان لیا کہ یہی وہ درخشندہ ستارہ ہے، یہی وہ نبی موعود ہے، یہی وہ

حبیب خدا ہے جس کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ ابوطالب سے کہا، اسے یہودیوں میں نہ لیجاؤ کہیں وہ تکلیف نہ پہنچائیں۔ چنانچہ ابوطالب نے آپکو وہیں سے ہی واپس کر دیا۔ بالفرض محال اگر حضور علیہ السلام کی تعلیم بحیرہ کا ہی اثر تھا۔ تو حضور علیہ السلام نے جو تثلیث، کفارہ، مسیح، صلیب مسیح، الوہیت مسیح کا بطلان ثابت کیا، تو آپکو اپنے بزرگ کی تعلیم پر عمل کر کے ان چیزوں سے تائب ہو جانا چاہیئے۔ کیا خیال ہے؟

عیسائی: زید کو جناب محمد صاحب نے اپنے منہ سے بیٹا کہا۔ مگر ان کی بیوی زینب سے ان کے طلاق دینے کے بعد نکاح کر لیا۔ کیا بیٹے کی بیوی سے شادی جائز ہے؟ مقام نبوت ان چیزوں سے اونچا ہے! کچھ سمجھو کیا کر رہے ہو، کہاں پھر رہے ہو؟

مسلمان: محترم! حضرت زید حضور علیہ السلام کے متبنّیٰ تھے۔ (یعنی منہ کہے بیٹے) آپکو اعتراض کا حق اس وقت حاصل ہے اگر کسی جگہ پر توراۃ نے متبنّیٰ کو حقیقی بیٹا قرار دیکر اس پر حقیقی بیٹوں جیسے احکام جاری کئے ہوں، یا کہیں مسیح علیہ السلام نے اسے صحیح قرار دیا ہو۔ کیا کوئی دلیل پیش کر سکتے ہو، ہرگز نہیں۔ بالفرض اگر کوئی شخص آپکو کہہ دے کہ تم میرے بیٹے ہو، کیا آپ واقعی اس کے بیٹے بن جائیں گے اور وہ آپ کا باپ، سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ آپ کے سیخ پا ہونے کی جو اصل وجہ ہے وہ میں جان گیا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زینب سے نکاح فرما کر کافروں کی رسم کو بھی باطل قرار دیا۔ بلکہ آپ کے عقیدۂ تثلیث کے بھی پرخچے اڑا دیئے۔ کہ جب کسی ایک انسان کا دوسرے انسان کو زبانی بیٹا کہنے سے وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں بنتا۔ باوجودیکہ نسل جنہیں شکل قد و قامت میں مساوات ہے، تو انسان کو خدا کا بیٹا کہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ یقیناً ایسی بات صریح جھوٹ، سخت بہتان، رب غفور سے بے وفائی اور شرک ہے۔

عیسائی: حضرت محمد صاحب اپنی کثرتِ ازواج کے باعث فریضۂ نبوت کب انجام دیتے ہوں گے۔ گیارہ بیویوں کا رکھنا کوئی آسان بات ہے، یہ تو ایک شغل سا ہی معلوم ہوتا ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! کاش سوچ سمجھ کر سوال کرتے کبھی بائیبل کا مطالعہ بھی فرمایا کرتے ہیں۔ یا محض جھگڑالو ہی ہیں۔ سنیئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں جن کا ذکر آج بھی بائیبل میں موجود ہے۔ سیدہ ہاجرہ جن کا ذکر کتاب پیدائش ۱۶/۳ میں موجود ہے۔ سیدہ سارہ جن کا ذکر کتاب

پیدائش ۱۸/۱۵ میں موجود ہے ۔ قتورہ خاتون کا جن کا ذکر کتاب پیدائش ۲۵ میں موجود ہے ۔
حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں ۔ لیاہ پیدائش ۲۹/۲۲ ۔ زلفہ پیدائش ۲۹/۲۴ راحیل پیدائش ۲۹/۲۸ بلہاہ ۲۹/۲۹

موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں ۔ سفورہ خاتون خروج ۲/۲۱ حبشیہ ایک اور بیوی جن کے باپ کا نام قینی تھا ۔ قاضیوں ۱/۱۶ ایک اور بیوی جن کے والد کا نام حباب تھا ۔ قاضیوں ۴/۱۱ ۔ اسموئیل ۲۶/۲۴ ۲ سموئیل ۱۸/۲۷ ۲۳ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی بہت تعداد میں بیویاں تھیں ۔ اسلاطین ۱۱/۲ سے ظاہر ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی ۷۰۰ سے زیادہ بیویاں تھیں ۔ ان بزرگ و جلیل القدر انبیاء پر کیوں نہ اعتراض کیا ؟ فریضہ نبوت کب انجام دیتے تھے ؟ ان انبیاء کو تو آپ بزعم خویش صرف اپنے ہی سمجھتے ہو ۔ ؎

یوں نظر جائے نہ برچھی تان کر   اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

عیسائی : حدیث میں آتا ہے کہ حضرت محمد صاحب نے اپنی بیٹی فاطمہ کو کہا تھا ۔ اے بیٹی فاطمہ ! تو اپنے اعمال کی خود ذمہ دار ہے ۔ قیامت کو میں سفارش نہیں کروں گا ۔ جب بیٹی کو صاف جواب دے دیا تو باقی مسلمان تو بڑے دور کے ہیں ۔

مسلمان : مسٹر بات صرف اتنی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا : وانذر عشیرتک الاقربین " اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرسناؤ دکھیں وہ عبادت سے ہی نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارے حضور ہیں ہمیں فکر کیا ہے ۔) تعمیلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو جمع فرما کر قیامت کے دن سے ڈرایا ۔ اگر وہاں فرماتے پرواہ نہیں میں شفیع ہوں ، جو مرضی ہے کرو ۔ تو بتاؤ خدا کے حکم کی تعمیل ہوتی ؟ کم از کم سیاق وسباق پر تو غور کیا کرو ۔ حدیث کو توڑ مروڑ کر غلط انداز میں بیان کرنا گرجا کی چار دیواری تک ہی محدود رکھا کریں ۔ جہاں آپکو داد مل سکے ، اگر ایسی کیادی وعیاری سے ہمیں بھی دھوکہ دینے کی کوشش کریں گے ۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو ضرور منہ کی کھانی پڑے گی ۔

فصل سوم

مسیح کا مقام از روئے مسیحیت و اسلام

مسیحیت	اسلام
۱ : متی ۲۶/۶۵ مرقس ۲/۷ یوحنا ۱۰/۳۳ سے ظاہر ہے۔ مسیح کی تعلیم حسب شریعت موسوی کفر تھی۔ (معاذ اللہ)	۱ : آیہ کریمہ مصدقالما بین یدی من التوراۃ سے ظاہر ہے کہ توراۃ کی تعلیم کے مطابق تھی۔
۲ :۔ متی ۵/۱۸ سے ظاہر ہے کہ مسیح کو نسخِ احکام کا درجہ حاصل نہ تھا۔	۲ :۔ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم پ۳ سے ظاہر ہے۔ اگرچہ مسیح کی تعلیم توراۃ کے مطابق تھی، مگر بعض احکام میں مسیح کو درجہ نسخ بھی حاصل تھا۔
۳ :۔ یوحنا ۲/۴ سے واضح ہے مسیح اپنی والدہ کو گستاخانہ لفظوں سے جھڑکنے والا تھا۔	۳ : وبرا بوالدتی سے ظاہر ہے مسیح اپنی والدہ کے لئے خدمت گزار متواضع سراپا عجز و نیاز تھا۔
۴ : متی ۲۴/۴۸ سے واضح ہے مسیح ایک مردار تھا مسیحی چیلیں۔ (معاذ اللہ)	۴ : وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین پ۳ سے ظاہر ہے وہ خدا کا معزز و مقرب آدمی تھا۔
۵ :۔ تفسیر پادری لوکس بر عبرانیوں ص۳۸۱ سے ظاہر ہے کہ مسیح خدا اور انسان دونوں	۵ :۔ کانا یاکلان الطعام سے واضح ہے۔ دونوں ماں اور بیٹا طیب حلال طعام کھانے

کی خوراک ہے۔

۶ :۔ متی ۱۲/۳۹ مرقس ۸/۱۲ لوقا ۲۳/۹ سے ظاہر ہے مسیح معجزات کے دکھانے اور مخالفین کو جواب دینے سے عاجز رہا۔

۷ :۔ متی ۲۶/۶۷ ، ۲۶/۷۴ سے بالکل عیاں ہے مسیح کی زندگی خراب تھی۔ کہ طمانچے مارتا۔ کوئی تبرے کرتا۔ کوئی لعنت کرتا۔

۸ :۔ مسیح گناہ کے سبب مرا (رومیوں ۶/۱۰) وہ لعنت کی موت مرا۔ (گلتیوں ۳/۱۳)

۹ :۔ وہ خدا سے دوری کی موت مرا اور خدا کے حضور سے نکالا گیا۔ جب اس نے خدا کی نزدیکی اور قربت محسوس نہ کی تو پکارنے لگا اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

(تفسیر لوکس ص ۸۰)

۱۰ :۔ مریم زوجہ یوسف کا بیٹا۔ (متی ۱/۱۶)

۱۱ :۔ یسوع نامی مسیح سے متلقب (متی ۱/۱۸)

۱۲ :۔ تثلیث اور مسئلہ کفارہ کا سکھانیوالا۔

۱۳ ۔ اپنے سے پہلے انبیاء کو چور ڈاکو کہنے والا۔

۱۴ :۔ فقیہوں، دانش مندوں کو گالیاں دینے والا۔

۱۵ :۔ مسیح غیر صالح و سراپا گناہ تھا۔

کھانے والے تھے۔

۶ :۔ واتینا عیسیٰ بن مریم البینٰت و ایدناہ بروح القدس سے واضح ہے کہ آپ کبھی عاجز نہ رہے۔

۷ :۔ وجیھا فی الدنیا والاخرۃ نے واضح کر دیا وہ دنیا اور آخرت میں پُر وقار رہیں گے۔

۸ :۔ والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا سے واضح ہے سلامتی پر پیدا ہوئے، سلامتی پر وفات ہوگی۔ سلامتی پر ہی حشر ہوگا۔

۹ :۔ ومن المقربین کے ارشاد سے واضح ہے وہ خدا کا مقرب برگزیدہ بندہ تھا۔ وایدناہ بروح القدس سے ظاہر ہے رب نے اس کی امداد روح القدس کے ذریعے فرمائی۔

۱۰ :۔ مریم صدیقہ بتول (کنواری کا بیٹا۔

۱۱ ۔ عیسیٰ نام والا مسیح لقب والا۔

۱۲ ۔ شرک مٹانے والا، شرک فی النسب کی تہمت کا دشمن۔ توحید سکھانے والا۔

۱۳ ۔ انبیاء سابقین کی تصدیق کرنے والا۔

۱۴ ۔ گناہگاروں کے حق میں دعا کرنے والا۔

۱۵ ۔ مسیح و دیگر تمام انبیاء کرام علیہ السلام معصوم۔

مرقس ۱۶/۱۲ ۲ کرنتھیون ۵/۲۱	
۱۶ ۔ جس کے اکثر اقوال غلط وا قوال متی، مرقس اور لوقا وغیرہ نے لکھے ۔	۱۶ : ۔ جس کے بعض صحیح ملفوظ برنباس نے اپنی انجیل میں جمع کیے ۔
۱۷ ۔ صلیب دیا گیا اس موت سے مر کر دفن کیا گیا پھر تیسرے دن جی اٹھا ۔ اور آسمان پر چڑھ گیا ۔ متی ، لوقا ، یوحنا	۱۷ : ۔ ماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم سے واضح ہے وُہ نہ صلیب دیئے گئے نہ قتل کیے گئے

فائدہ : اس اختلاف سے دو چیزوں کا پتہ چلا کہ وُہ مسیح جس کا ذکر قرآن حکیم بیان کرتا ہے اس مسیح سے بالکل مختلف ہے ۔ جس کا ذکر بائیبل میں ہے ۔ یا یہ کہ مسیح ایک ہی ہے اور انہیں صفات کا مالک ہے ۔ جن صفات کا قرآن حکیم ذکر فرماتا ہے ۔ مگر مسیح کے بعض دشمنوں نے جو قتل کے درپے تھے اپنے اس منصوبے میں ناکام ہو کر بائیبل کی تحریف شروع کر دی ۔ خیال کیا چلو زندہ تو ہمارے ہاتھ نہیں لگا ایسے کرو بائیبل میں جہاں جہاں تعریف ملتی ہے کاٹ ڈالو ۔ جہاں تک ہو سکے تحریف کرو ۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ کوئی مطابقت کی تیسری صورت ہی نہیں ۔ پچھلی صورت ہی زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ مسیح تو ایک ہی ہے ۔ البتہ بائیبل تحریف کا نشانہ بن گئی ہے ۔ قرآن حکیم نے فرمایا : ” یحرفون الکلم “

فصل چہارم

حریت ہاجرہ رضی اللہ عنہا میں

بعض متعصب یہود و دیگر اہل کتاب کہتے ہیں۔ سیدہ ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام لونڈی تھیں۔ لہذا اسماعیلؑ کنیز زاد ہیں۔ اسحاق علیہ السلام کی والدہ حُرّ تھیں۔ لہذا اسماعیلؑ اسحاقؑ کے ہمسر نہیں ہو سکتے۔

اسلامی کتب سے تو بے شمار دلائل ملتے ہیں کہ ہاجرہ حُرّ تھیں مگر صرف بائیبل اور دیگر کتب مسیح کے چند ایک حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) اصل عبرانی توراۃ پراشہ ۱۶ پشوق ۳ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ہاجرہؓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی تھی نہ کہ لونڈی۔ کیوں ہاجرہ کی نسبت وہی لفظ آیا ہے جو سارہ کی نسبت تھا (یعنی ایشیا) بمعنی جورو (۲) عبرانی صحیفہ بریشیدت ۱۶ میں ہے ہاجرہ کی نسبت لفظ ''شفحہ'' موجود ہے۔ عبرانی لغت میں شفحہ کے معنی خاندانی شخص کے ہیں (شہزادہ یا شہزادی) (۳) تفسیر ہارون صاحب جلد ۲ ص ۲ آپ کی دوسری بیوی ہاجرہ حرم کہلائی بہترین خادمہ تھیں۔

(منقول از تہذیب الاخلاق جلد ۳ مؤلفہ چراغ علی خاں نواب اعظم یار جنگ فنانشل سیکرٹری ریاست حیدر آباد)

۴) یہودیوں کے زبردست مفسر توریت'' ابی شلومو'' کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہ کی بابت یوں لکھتے ہیں۔ بث بوعہ۔ ھایتا کشراتیو شنعش سارہ مرتاب شتھا بتی شفحہ۔ بیت زہ دلو کبیرہ بیت اخیر۔ (ترجمہ) وُہ شہزادی تھی جب بادشاہ نے سارہ کی کرامت دیکھی تو بولا کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ ہونا دوسرے گھر میں ملکہ ہونے سے بہتر ہے۔

(منقول البراہین الباہرہ فی حریۃ الہاجرہ) مفسر توراۃ کی اس زبردست شہادت کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت تو نہیں۔ عبرانی زبان میں غلام لونڈی کے لئے مختلف الفاظ موجود ہیں۔ جو غلام یا لونڈی جنگ سے بطور غنیمت ملے اسے شیبوت حرب کہتے ہیں۔ جو رقم سے خریدا جائے اسے مقنت کسف کہتے ہیں۔ جو بچے غلام یا لونڈی سے پیدا ہوں انہیں یلید بایت کہا جاتا ہے۔ تمام عبرانی توراۃ میں سیدہ سارہ کے لئے کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں استعمال کیا گیا۔ (کذا قال قاضی منصور پوری فی کتابہ المشہورہ ص۳۹)

شبہ: عبرانی تورات میں موجود ہے کہ حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ نے (امتی) کہا۔ جس کا معنیٰ لونڈی ہے۔ تو اب ان کے لونڈی ہونے سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔

ازالہ: یہ ٹھیک ہے کہ توراۃ میں موجود ہے۔ حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو (امتی) کہا۔ مگر اس سے ان کے لونڈی ہونے کی دلیل بنا لینا صحیح نہیں، یہ دانش مندی نہیں کہ ایک سوت نے اپنی سوت کو کچھ رنج میں کہا۔ تو اسے حقیقت پر ہی محمول کر لیا جائے۔

(کتاب پیدائش کے باب ۲۱ کو بغور پڑھنے سے یہ پیچیدگی آسانی سے دور ہو سکتی ہے۔)

بقول توراۃ لیاہ اور راحیل حضرت یعقوب کی ماموں زاد لڑکیاں اور آپ کی جورو ہیں، وہ اپنی لونڈی ہونے کا یوں اقرار کرتی ہیں۔

راحل اور لیاہ نے جواب میں کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے کیا ہم اس کے آگے بے گانہ نہیں ٹھہریں، اس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹا۔ (پیدائش ۳۱/۱۴، ۱۵) ان کے فرزند موسیٰ ہارون داؤد ہیں۔ پھر مسیح علیہ السلام کا شجرۂ نسب بھی ماں کی طرف ملتا ہے انہیں کیا کہو گے؛ کیا اب بھی کسی اہل کتاب کو سیدہ ہاجرہ پر زبان کھولنے کا حق ہے؟ سوچ سمجھو۔ مزید براں یہ کہ بڑے کی تعظیم کے لئے بھی اپنے آپ کو اس کا غلام کہنا مروج ہے۔ اور اس سے حقیقی غلام نہیں ہو جاتا۔ دیکھو پیدائش ۳۲/۱۸ میں لکھا ہے:۔

یعقوب نے اپنے بھائی عیص کو کہلا بھیجا کہ یہ تحفے تیرے غلام یعقوب نے بھیجے ہیں اور تیرا غلام یعقوب خود بھی پیچھے آرہا ہے۔"

اب اس عبارت سے کوئی یہودی عیسائی یعقوب علیہ السلام کو عیص کا غلام نہیں سمجھتا پس ہاجرہ کا لونڈی ہونا اسی قبیل سے ہے۔ بخاری ص قسطلانی ج ۳ ص ۹۲، درمنشور ج ۳ ص ۸۶ میں الفاظ متقاربہ موجود ہیں:۔

وکان ابوھاجرہ من ملوك القبط کہ ہاجرہؓ کا باپ قبطی شہنشاہوں سے تھا۔ علامہ ابن ہشام نے کتاب التیجان میں اور ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ جب ابراہیم اور سارہ حران سے چلکر سرزمین اردن میں پہنچے تو یہاں صادوف نامی بادشاہ تھا۔ جب اس نے بی بی سارہ پر دست درازی کا ارادہ کیا اور ناکام رہا، تو اُس نے سیدہ سارہ کی کرامت دیکھ کر اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ کر دیا۔

فصل پنجم

بشارات مصطفیٰ علیہ السلام میں

(۱) "اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا۔ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" (یوحنا ۱۴ / ۱۵-۱۶)

تشریح: ابد تک ساتھ رہنے والے تو ہمارے پیغمبر اعظم ہی ہیں۔ جو جان سے بھی زیادہ قریب ہیں ا لنبی اولی بالمؤمنین بانفسہم ہمارے ایمانداروں کو ان کی جانوں سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ ورنہ مسیح علیہ السلام تو کچھ عرصہ ٹھہر کر آسمان پر تشریف لے گئے، جو یقیناً ابد تک ساتھ رہنے والے نہیں ہیں۔

خوشبو یہ پیاری پیاری کس گل کی آرہی ہے
بادِ صبا یہ مژدہ کس کو سنا رہی ہے

(۲) "میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں، تو تسلی دینے والا تمہارے تہیں آئے گا۔" الخ (یوحنا ۱۶ / ۷)

ہمارے نبی علیہ السلام کی آمد کے لئے کتنے واضح الفاظ موجود ہیں۔

ابرِ بہار یکسو چھڑکاؤ کر رہا ہے
بادِ بہار کس کی محفل سجا رہی ہے

(۳) یوحنا ۱۶ / ۱۳ "لیکن جب وہ حق کا روح آئے گا تو تمہاری ساری سچائی سکھائے گا۔ کیوں کہ وہ آپ سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ وہ سُنے گا۔ وہی کہے گا۔ (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ) اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔"

کس گل کی ہے سواری کس کی ہے انتظاری
یہ دھوم جس کی قدرت پیہم مچا رہی ہے

تو انجیل میں بھی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم الغیب بعطائے الٰہی ثابت ہے۔

(۴) "مکاشفہ ۶/۲" "اور میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس کا سوار کمان لیے ہوئے ہے۔ اسے ایک تاج دیا گیا اور فتح کرتا ہوا نکلا، تاکہ اور بھی کرے۔"

نبی اکرم علیہ السلام کی سواری بھی گھوڑا تھا۔ (کتاب سفر السعادت)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے، بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ میں ہوتی۔ مسلمانوں کو تیر اندازی کا حکم فرماتے (ارموا فان اباکم کان رامیا) فتح مبین الٰہی حضور پرنور علیہ السلام کے لیے حاصل ہے، جس مقصد عظیم کے لئے تشریف لائے اسے کامل و مکمل فرما کر رحلت فرمائی۔

ان کی خوشی سے عالم پھولا نہیں سماتا
ہر ایک دل میں اتنی الفت سما رہی ہے

مکاشفہ کا چھٹا سارا باب پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

(۵) "استثناء ۳۳/۲" "وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔"

دربار احمدی میں عشاق کی زباں سے
صل علی النبی آواز آ رہی ہے

فاران مکہ کا نام ہے اور مکہ مکرمہ ہی مولد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ بائیبل میں جس قدر پہلے انبیاء کی کتابیں موجود ہیں۔ ان میں مکہ کا نام فاران ہے۔ کیوں کہ اس جگہ فاران بن عوف بن حمیر نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ تورات کی کتاب پیدائش ۲۱/۲۱ میں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق موجود ہے:۔

"وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا۔"

(۶) "یسعیاہ ۴۲/۱۱" "سلع کے بسنے والے گیت گائیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں۔"

مدینہ کا نام انبیاء سابق کی کتب میں "سلع" ہے۔ مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی وہاں ایک ٹیلہ ہے جس کا نام اہل مدینہ

کی زبان میں "سلیح" ہے ۔ اس درس میں پیارے حبیب علیہ السلام کی ہجرت طیبہ کا ذکر ہے ۔ حضور کے
مدینہ میں آنے پر گیت گائے گئے ۔ ؎

اشرق البدر علینا　　من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا　　ما دعا للہ داع

؎ ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی ⁂ خوشی ہے آمنہؓ کے لال کے تشریف لانے کی

(۷) "ملاکی ۳/۱" دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خداوند جس
کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہو گا ۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزو مند ہو آئیگا ۔
رب الافواج فرماتا ہے پر اس کے آنے کے دن کی کس میں تاب ہے ۔

تشریح گویا احکم الحاکمین فرماتا ہے میں اپنے پیارے محبوب کی روانگی سے پہلے اپنے رسولِ خاص اور بندہ کامل
انسانِ اکمل عیسٰی بن مریم کو بھیجوں گا ۔ جو میرے پیارے حبیبؐ کی آمد کی بشارت سنائیگا ۔"
اے کائنات جس رسول آخر الزمان محمد رسول اللہ کا انتظار ہے وہ اچانک جلوہ گر ہوں گے ۔ ہمارے
آقا و مولیٰ ہی عہد کے رسول ہیں ۔ جیسے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الخ سے ظاہر ہے ،
چنانچہ ان کی آمد کی بالکل تاب نہ لاسکا ۔ بُت اوندھے گر گئے ۔ کسریٰ کے محلات کے کنگرے گرے ،
آتش کدہ فارس بجھ گیا ۔ شیطان جکڑ دیا گیا ۔ جابروں کے دل تھر تھرا گئے ۔ ؎

دل تھرتھرا رہے ہیں شاہانِ نامور کے
سلطان دیں کی ہیبت عالم پہ چھا رہی ہے

(۸) ا قرنتیوں ۱۳/۸ " محبت کبھی جاتی نہیں رہتی ، نبوتیں موقوف ہوں گی ۔ زبانیں بند ہو جائیں گی اور
علم بھی مٹ جائے گا ۔ کیوں کہ ہمارا علم ناقص اور ہماری نبوت ناتمام مگر جب وہ جو کامل ہے آئیگا
تو وہ جو ناتمام ہے جاتا رہے گا ۔"

تشریح مسیح کے بعد آنے والے ، نبوتِ تام والے ، کامل علم والے ، سید الانبیاء ہی ہیں ۔

(۹) یوحنا ۱/۱۹ تا ۲۲ درس میں جو لفظ "وہ نبی" مندرج ہے ، "وہ نبی" سے مراد بھی ہمارے سید عالم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں ۔ انجیل میں "وہ نبی" کہا ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کہہ دیتے ہیں ۔

(۱۰) استثناء ۱۸/۱۵ تا ۱۹ " میں ان کے لئے انہیں کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا

برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔"

تشریح: یہ جناب موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو خطاب ہے کہ میں بنی اسرائیل کے لئے ان کے بھائیوں (بنی اسرائیل) سے رسول بھیجوں گا۔ جو تیری مانند ہو گا۔" اس بشارت کا جواب دیتے ہوئے پادری ڈبلیو گولڈ سیک صاحب نے زبردست دھوکہ دیا ہے کہ یہاں بھائیوں سے مراد بنی اسرائیل ہی ہیں۔ یہی بات اگر کوئی چھوٹا موٹا پادری کہتا تو مجھے تعجب نہ ہوتا۔ مگر دنیائے عیسائیت کے مسلّم امام کا یہ کہنا واقعی بڑی حیرت کی بات ہے۔ غالباً انہوں نے پیدائش کے $\frac{16}{12}$ کا مطالعہ ہی نہیں کیا، جہاں ظاہر ہے کہ بھائیوں سے مراد بنو اسماعیل ہیں۔

"خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا، اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا، وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہو گا، اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہیگا۔

فائدہ: اس ورس میں موجود ہے "وہ آزاد مرد ہو گا" معلوم ہوا کہ سیدہ ہاجرہ لونڈی نہ تھیں، ورنہ اسماعیل علیہ السلام کو آزاد نہ کہا جاتا۔

نوٹ:۔ اگر کسی صاحب کو مندرجہ بالا بشارات پر کوئی اعتراض ہو جیسے کہ پادری ڈبلیو سیک صاحب نے کئے ہیں تو اس کے لئے فقیر کا رسالہ "جواب الجواب" جو پادری الیگزینڈر صاحب ڈیوڈ کے رسالہ کا جواب ہے مطالعہ کرے۔

(۱۱) حبقوق $\frac{3}{3}$ "اور قدوس کوہ فاران" سلاہ "سے اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی، اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند ہو گی۔"

تشریح: کوہ فاران (فاران پہاڑ) پر جلوہ گر ہوا۔ پیارے حبیب کی آمد پر آسمان تو کیا؟ کائنات کے ذرہ ذرہ پر جلال آگیا۔ زمین (آسمان) حمد سے معمور ہو گئے، حتیٰ کہ آسمان والوں نے احمد کہا اور زمین والوں نے محمد کہا۔

انہی چند بشارات پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ بحمدہ تعالیٰ صرف بشارات کی ہی ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

(۲۱) مکاشفہ ۱۹/۱۶ " اور اس کی پوشاک اور ران پر نام لکھا ہوا ہے، بادشاہوں کا بادشاہ، خداوندوں کا خداوند"
چونکہ حضور پُرنور علیہ السلام ہی نبیوں کے نبی اور شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں، لہٰذا یہ بشارت بھی حضور علیہ السلام کی ہی ہے۔

متفرقات

عیسائی: قرآن کی ان دو آیتوں سے ید اللہ فوق ایدیھم سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خدا کا ہاتھ بھی ہے۔

مسلمان: پادری صاحب! مسلمانوں کے پاس تو اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ جیسا وہ خود بے مثل بے کیف ہے ایسا ہی اس کا دست قدرت بے مثل بے کیف ہے۔
۲۔ ان آیات کو ہم متشابہات کہتے ہیں جن پر ایمان ضروری اور ان کی تصریح ضروری نہیں۔
قرآن حکیم میں تو صرف اتنا ہی ہے۔ کیا بائیبل میں تو کوئی ایسی بات نہیں۔ ع

اب ذرا جگر تھام کے بیٹھئے میری باری آئی

بائیبل تو خدا کے لئے تمام اعضاء ثابت کرتی ہے۔ خدا کی صورت انسان کی صورت ہے۔"

(پیدائش ۱/۲۷)

خدا کی آنکھیں (زبور ۴/۱۱) خدا کی پلکیں (زبور ۴/۱۱) خدا کے کان (زبور ۱۵/۳۴) خدا کے نتھنے (زبور ۱۵/۱۸) خدا کے لبیں (زبور ۸/۱۸) خدا کا مضحکہ اڑانا (زبور ۴/۲) خدا کے پر (زبور ۴/۹۱) خدا کے پیر اور نیلمی رنگ (خروج ۲۴/۱۰) دروزہ اور چلانا۔ (یسعیاہ ۴۲/۱۴) تھکنا اور آرام کرنا۔ (خروج ۳۱/۱۷) باغ کی سیر کرنا اور چھپ جانا۔ (پیدائش ۳/۸) پچھتانا اور دلگیر ہونا (پیدائش ۶/۶،۷) انسانی عجائبات کو شوق سے دیکھنے کے لئے نیچے اترنا۔ گویا وہاں نہ دیکھ سکتا تھا۔ (پیدائش ۱۱/۵) خدا کے سامنے کشتی لڑنا اور مغلوب ہونا" (پیدائش ۳۲/۲۴ تا ۲۹)

پادری صاحب :- ذرا منہ تو دکھاؤ، کچھ تسلی ہوئی یا نہیں۔

عیسائی : اسلام میں متعہ بھی جائز ہے۔ مجھے بعض لوگوں نے بتایا بھی ہے۔ اور میں نے خود بھی پڑھا ہے۔

مسلمان : اسلام (مسلک اہل سنت وجماعت) میں وہ متعہ جو محدود وقت کے لئے عورت سے نفع حاصل کرنے کو کیا جاتا ہے قطعی ناروا ہے۔ کتب فقہ میں متعہ کا لفظ آتا ہے۔ جس کے معنی حق مہر، جہیز، واج، کپڑے وغیرہ دینے کے معنی میں آتا ہے اور یہ شرعاً جائز ہے۔

پادری صاحب! کاش آپ اپنی کتاب مقدس پیدائش ۳۸/۸، ۱۹/۳۵، ۲ سموئیل ۱۳/۱۴، ۱۱، ۵ کا منہ دھو کر مطالعہ کیا ہوتا، تو آج مجھ پر بے بنیاد، بے اصل اعتراض نہ کرتے۔

عیسائی ؛ اسلام میں نجات نہیں، نجات صرف مسیحیت میں ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۔ کہ ہر ایک کو جہنم میں جانا ہوگا۔ تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔"

مسلمان : پادری صاحب! یہاں ورود کا معنی جہنم میں داخل ہونا نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قیامت کو ہر شخص پل صراط سے گزرے گا۔ نیک سلامتی سے پار گذر جائیں گے۔ بدبخت ظالم جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ ورود معنی گذرنا ہے نہ کہ داخل ہونا۔ قرآن حکیم فرماتا ہے :-

وَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ (یوسف)، ظاہر ہے کہ وہ آدمی کنوئیں پر کھڑا ہو کر ڈول سے پانی کھینچتا نہ کہ کنوئیں میں داخل ہو کر، نیز دوسرے مقام وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ سے بھی فقیر کے جواب کو تقویت پہنچتی ہے۔ پادری صاحب! قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے کسی فاضل مسلم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرو۔ تب کچھ پتہ چلے گا۔

عیسائی : قرآن میں ہے کہ اللہ تعالے نے شیطان کو اجازت دے دی ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے اور بندوں پر اسے اختیار دے رکھا ہے۔ کتنی مہمل سی بات ہے۔ جب خود ہی شیطان کو اختیار دے دیا ہے۔ پھر عذاب کیوں؟

مسلمان : آپ کسی غنودگی میں ہی اعتراضات کر رہے ہیں نہ اپنا خیال ہے۔ نہ پرائے کا۔ ایوب ۱/۲ کا مطالعہ کریں وہاں جواب موجود ہے۔

"خداوند نے شیطان سے کہا دیکھ وہ تیرے اختیار میں ہے۔"

عیسائی: یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا سے پتہ چلتا ہے۔ خدا گمراہ کرتا ہے۔ بھلا یہ خدا کی شان کے لائق ہے۔ خود ہی گمراہ کرے خود ہی سزا دے۔

مسلمان: پادری صاحب! یسعیاہ ۲۸/۳۰ کو منہ دھو کر اور آنکھیں کھول کر پڑھیں وہاں جواب موجود ہے:۔

"وہ قوموں کو ہلاکت کے چھاج میں پھٹکے گا۔ اور لوگوں کے جبڑوں میں لگام دے گا۔ تاکہ ان کو گمراہ کرے۔"

پادری! جواب سمجھ میں آگیا یا نہیں۔

★

شکستِ خوردہ

پادریوں کی تعداد

مناظرہ ۱؎ : کیتھولک پادری جو "فادر" کے نام سے مشہور ہیں۔ منٹگمری سے باہر غربی جانب کے گرجا کے مبلغ ہیں۔ تین دن کی بحث کے بعد بالآخر انہوں نے اپنی طبیعت کی ناسازی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی طرف سے اپنے نائب بابو غلام مسیح کو کھڑا کیا۔

مناظرہ ۲؎ : بابو غلام مسیح صاحب نے چوتھے دن ایک گھنٹہ تک مختلف مسائل پر گفتگو فرمائی، بالآخر فرمایا "میں گفتگو سے قاصر ہوں اپنی طرف سے پادری پال ارنسٹ بی۔ اے لائل پور کو تجویز کرتا ہوں۔"

مناظرہ ۳؎ : پادری صاحب موصوف سے تقریباً چھ ماہ تک یا اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ تک تحریری مناظرہ رہا۔ ان کی فائلیں آج تک محفوظ ہیں۔ مجھے سمجھاتے سمجھاتے خود ہی اپنی تحریروں میں ایسے پھنسے کہ آج تک نہ نکل سکے اور نہ ہی نکل سکیں گے۔

مناظرہ ۴؎ : پادری وائٹ صاحب صدر کرسچن کونسل نے صرف دو گھنٹے کی گفتگو کے بعد خطرہ خطرہ کہہ کر جان چھڑالی۔

مناظرہ ۵؎ : پادری کے۔ ایل ناصر صاحب پروفیسر تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ بسلسلۂ تبلیغ فروری ۱۹۵۶ء میں منٹگمری تشریف لائے۔ تورات کو بیان میں کہا ہوچکا ہے جس مسئلہ پر چاہے صبح وائٹ صاحب کی کوٹھی پر آکر گفتگو کرلے۔ اس بیان کو سنتے ہی مسلمان نوجوانوں کے وفود بندہ کی طرف پہنچنے شروع ہوگئے کہ صبح وہاں ضرور چلیں۔ چنانچہ صبح کو کالج کے طلبہ اور عوام کے ایک جمِ غفیر کی شکل میں کوٹھی تک گئے۔

یادر ہے اس جم غفیر کے لیڈر مسٹر محمد شفیع صاحب مسافر تھے، پادری دیکھتے ہی گھبرا گئے۔ گویا ناصر صاحب کو پتہ چلا کہ ابو النصر آ گیا ہے تو حیرانی کے عالم میں اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ مسٹر محمد شفیع اور دیگر عوام کا زبردست تقاضا تھا۔ کہ رات کے وعدہ کے مطابق بات کریں۔ مگر خطرہ خطرہ کہتے ہوئے انہوں نے بھی نجات حاصل کی۔ نوجوانوں کے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے فضا گونج گئی۔

مناظرہ ۶: پادری الیگزنڈر ڈیوڈ بی، اے۔ انہوں نے بڑی تیاری کے بعد فقیر کے رسالہ "مفصل کاروائی" کے جواب میں قلم اُٹھایا۔ جب وہ ان کی طرف سے شائع کیا گیا تو ہم نے چند دنوں میں ہی ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ آج تک اس کا جواب نہ دے سکے۔ یہاں تک کہ بے چارے منٹگمری چھوڑ کر گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔

مناظرہ ۷: آج کل ہمارے منٹگمری شہر میں پادری میلا رام صاحب موجود ہیں۔ جو کراچی سے منگوائے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے رائٹ صاحب کی کوٹھی پر گفتگو کرنے کے لئے خود وقت دیا۔ مگر جب وہاں گئے تو کوٹھی مقفل تھی۔ میلا رام صاحب کی ایک تحریر کے جواب میں عالمگیر جلسہ منعقد ہوا جس میں ہزار ہا مسلمانوں اور عیسائیوں نے شمولیت کی۔ منٹگمری شہر میں کوئی اجتماع اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔

مناظرہ ۸: اس جلسہ کے بعد پادری سادھو سنگ مسیح کو بھی شوق ہوا کہ میں بھی میدان میں نکل کر خدا وند یسوع کی رضا حاصل کر لوں۔ چنانچہ خود مکان پر تشریف لائے اور مناظرہ کی دعوت دی۔ فقیر نے دعوت منظور کر لی۔ اور شرائط طے ہو گئیں۔ مقام مناظرہ چوک مسجد مہاجرین طے پایا۔ موضوع بشارات مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔ پادری صاحب نے مندرجہ ذیل تحریر دی۔

"منکہ سادھو سنگت مسیح اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر وعدہ کرتا ہوں۔ اگر مولوی منظور احمد صاحب تورات، زبور، انجیل یا دیگر صحائف سے حضرت محمد صاحب کی بشارت دکھا دیں، تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔"

سادھو سنگت مسیح بقلم خود

مگر دو گھنٹہ بحث کے بعد یہ تحریر دے کر جان بخشی کرائی اور چلتے بنے۔

"میں نے اپنی غلطیاں مجمع عام میں تسلیم کی ہیں اگرچہ میری تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے اپنی شکست کو مجمع عام

میں مان لیا ہے۔ جس کے سینکڑوں افراد گواہ ہیں۔" سادھو سنگت مسیح بقلم خود ۱۱/۵/۶۰

مناظرہ ۹ : اپنے آٹھ بھائیوں کی شکست کو دیکھ کر عالی جناب پادری ڈبلیو بارک صاحب راولپنڈی سے چونک اٹھے۔ خط لکھا، میں تحریری مناظرہ کا خواہاں ہوں۔ تو فقیر نے جواباً عریضہ لکھا مجھے کوئی انکار نہیں۔ تحریروں میں نہ تو کوئی لطف آتا ہے۔ نہ کام ختم ہونے پاتا ہے یا تو آپ منٹگمری تشریف لے آئیں۔ مناظرہ کے انتظامات آپکا خرچ اور حفاظت کی ذمہ واری مجھے منظور ہے یا اسی طرح آپ کریں۔ اسی مضمون کے متعدد خط لکھے، مگر کسی ایسے خط کا جواب تک نہیں دیا۔

مناظرہ ۱۰ : ۱۶/۴/۶۰ کو پنجاب میں مسیحوں کے مشہور قصبہ کلارک آباد ضلع لاہور میں حقانیت اسلام کے موضوع پر تقریر ہوئی۔ تقریر میں تقریباً بائبل کے تیس حوالہ جات پیش کئے گئے۔ تقریر کے آخر میں مندرجہ ذیل مضمون کا ایک رقعہ آیا۔

جناب مولوی صاحب! سلام

آپ نجات کا پیغام دینے آئے ہیں اور میں بھی مسیح یسوع میں پیغام دینے آیا ہوں۔ آپ کا صبح میرے ساتھ مناظرہ ہوگا۔ پادری سادھو ہدایت مسیح بقلم خود ۱۶/۴/۶۰

چنانچہ صبح مختلف مسائل پر بحث شروع ہوئی۔ بالآخر مندرجہ ذیل تحریر دے کر خلاصی کرائی۔

"جو کچھ مولوی صاحب نے آج رات کلام الٰہی سے بیان کیا ہے وُہ بالکل صحیح ہے۔ ایک سوال غلط تھا جس کی تشریح نہیں کی۔ پادری سادھو ہدایت مسیح بقلم خود ۱۷/۴/۶۰

ان کی تحریر کے بعد مندرجہ ذیل مسیحی نوجوانوں اور مناووں نے سات گھنٹے تک اعتراضات کئے اور مسکت جوابات لئے۔

(۱) مسٹر یوحنا (۲) شوکت الماس (۳) وکٹر کبیر (۴) بالو اکبر گل خیالی

(۵) نائب صاحب پادری خیر الدین (۶) مسٹر شمس (۷) حبیب مسیح

فقیر کے ہاتھ پر مسلمان ہونے والوں کی تعداد

اس فقیر کے ہاتھوں مسلمان ہونے والوں کی تعداد ایک ہزار تک ہے جن میں سے اکثر کے دستخط اور انگوٹھے موجود ہیں اور ان کی برضا و رغبت اسلام قبول کرنے کے بھی ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ صرف ایک تحریر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

دنیائے عیسائیت کے مایۂ ناز پروفیسر تھیولاجیکل گوجرانوالہ کے پرنسل پادری کے۔ایل ناصر کے قریب ترین رشتہ دار مسٹر ڈاکٹر فیروزالدین صاحب ایل۔ایس۔ایم ایف ٹنگیسن آبادی نے قبول اسلام کے بعد یہ تحریر دی :۔

"میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے مولوی منظور احمد شاہ صاحب کو ایک مفصل خط لکھا تھا، جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ میں مذہب اسلام کو سمجھ چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ منٹگمری میں آکر آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لوں"۔

تو مولوی صاحب نے جواب میں لکھا :۔

"میں اور میرا تمام وقت دینی خدمات کے لئے وقف ہے"۔

چنانچہ اس خط کے پہنچنے پر میں نے منٹگمری جانے کی تیاری کی۔ اور آج مورخہ ۲۲ $\frac{9}{58}$ کو مولوی صاحب کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ میں نے کسی دباؤ یا رعب یا لالچ میں آ کر اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اسلام کو حق اور ذریعہ نجات جانتے ہوئے قبول کیا ہے۔ خدا مجھے ثابت قدمی بخشے۔

ڈاکٹر محمد فیروزالدین ایل ایس ایم ایف ٹنگیسن آباد بقلم خود ۲۲ $\frac{9}{58}$

(نوٹ، آپ مع سامان و اہل و عیال منٹگمری پہنچے۔

تحدیث نعمت

(۱) مناظروں کے ابتدائی دور میں مجھے اس قدر دلچسپی پیدا ہوگئی کہ اظہارِ حق کا جذبہ ابھر آیا۔ اور اکیلا ہی گرجا اور مسیحی اجتماعوں میں چلا جاتا۔ پادریوں سے ملتا۔ ۷۰-۷۔۔ ایک گئی رات تک تورات، زبور، اور انجیل کو مختلف مقامات سے دیکھتا رہا، تاکہ صبح کے لئے سامان تیار کر رکھوں۔ سو گیا۔ خواب میں صبح کا منظر دکھائی دیا۔ جیسے میں صبح کی نماز سے فارغ ہو کر گھر پہنچا ہوں۔ آگے اپنی والدہ محترمہ کو اکیلے کچھ سوچتے پایا۔ میں نے سبب خاموشی پوچھا تو فرمایا! بیٹا: ابھی تھوڑی دیر ہوئی شہنشاہِ کائنات سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تھے۔ تمہیں السلام علیکم فرماتے تھے اور فرماتے تھے۔ اکیلا گرجوں اور اجتماعوں میں مت جایا کرے۔ (الحمد للہ ثم الحمد للہ)

چنانچہ فقیر اس ارشاد کے بعد کبھی کہیں ایسے مواقع میں اکیلا نہیں گیا۔

(۲) اس مبارک خواب کے چند دن ہی بعد میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ جناح چوک منٹگمری میں ایک بہت بڑا اجتماع ہے۔ کندھے سے کندھا چھلتا ہے۔ مسلمان اور عیسائی ملے جلے دکھائی دیتے ہیں۔ میں نے کسی صاحب سے پوچھا یہ بھیڑ کیوں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہاں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور لوگ زیارت کر رہے ہیں۔ میں نے ملاقات کی بڑی کوشش کی، مگر بھیڑ کی وجہ سے آگے جانے میں ناکام رہا۔ اتنے میں سرکار عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو گئے میں نے چہرۂ انور کو دیکھا تو کسی قریب کے آدمی نے حضورؑ سے کہا وہ ہے ابو النصر منظور احمد۔ حضورؑ نے اپنے دستِ مبارک سے لوگوں کو راستہ دینے کا اشارہ فرمایا۔ چنانچہ فقیر اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوا آگے بڑھا۔ جھک کر سلام کیا۔ حضورؑ نے اپنے داہنے ہاتھ سے میری پشت پر تھپکی دی۔ بس میں جاگ اٹھا۔ الحمد للہ، الحمد للہ، ثم الحمد للہ۔

میں سمجھتا ہوں۔ یہ انعامات خدمتِ اسلام کے صدقے میں ملے ہیں۔ ورنہ میں فقیر اور پیارے حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسلام علیکم اور مسیح علیہ السلام کی زیارت۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ

سبحان اللہ العظیم۔

گذارش

جو احباب میری اس حقیر تالیف سے فائدہ اٹھائیں وہ للہ خلوصِ دل سے میرے لئے دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ میری اس حقیر سی خدمتِ اسلام کو ہی میرا ذریعہ نجات بنا دے۔ مسیحی علماء اور عوام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ فقیر کے اس کتابچہ کو تعصب سے بالاتر ہو کر پڑھیں۔

ابو النصر منظور احمد

بانی و مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال

تقریظ

ڈاکٹر ابوالظفر سعید احمد اسحاق

ایم ۔ ڈی ۔ ایچ ——————— لاہور چھاؤنی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

الحمد لاہلہٖ والصلوٰۃ لاہلہا۔

حضرت استاذی المکرم علامۃ العصر قبلہ ابوالنصر سید محمد منظور احمد صاحب ہاشمی مہتمم دارالعلوم جامعہ فریدیہ منٹگمری کی کئی تصنیفات اس سے قبل دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جن میں سے "بہائی اصول نا قابلِ قبول"، "مسیح کون ہے؟" "لاتثلیث فی التوحید" قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن "آئینہ حق" کو ان تمام پر فوقیت حاصل ہے۔ کیوں کہ یہ ایک جامع کتابچہ ہے۔ جس میں سے حقانیتِ اسلام کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ فاضلِ مصنف کی اس تصنیف پر دنیا اسلام کو ناز کرنا چاہیے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔

مجھے آپ کے ساتھ رہنے کا کافی عرصہ تک شرف رہا۔ آپ کی زورِ تقریر کا تو پہلے ہی قائل تھا۔ لیکن اس تحریر نے آپ کا تحریر میں بھی سکہ منوالیا۔ اللہ کریم آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین۔

فقیر ابوالظفر سعید احمد اسحاق غفرلہ اللہ تعالےٰ

۱۳/۷/۶۰

تقریظ

جناب محترم اے، اے قریشی ایم۔ اے لاہور

آئینہ حق کا مسودہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تصنیف کے حق میں مکمل پایا۔ اس قسم کی تحریریں دین کی اہم خدمت ہیں جب کہ لوگ اپنے دین سے ناواقف ہیں اور ادیان باطلہ والے اپنے زور بیان سے الٹے سیدھے سادھوں کو بھٹکا رہے ہوں یہ ڈھال کا کام دیگی۔
اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کے علم و عمل میں برکت دے۔ آمین

اطہر علی

۱۲ / ۷ / ۶۰

۴۸۶
۹۲

تقریظ

امام اہلسنت مفتی اعظم محدث افخم جناب علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قادری رضوی لاہور

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما ۔ نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ ورسولہ

"آئینہ حق" اسم با مسمیٰ حق و صداقت کا آئینہ ہے۔ طالب ہدایت کے لیے مشعل راہ ہے۔ اگر نام نہاد عیسائی بنظرِ ایمان اس کو پڑھیں اور تعصب و ہٹ دھرمی کا پٹہ آنکھوں سے اتار کر بنظرِ انصاف مطالعہ کریں تو ناممکن ہے کہ اس کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ اسلام قبول کرنے کا ولولہ پیدا نہ ہو۔ میرے محترم اعز الاخص مولانا ابوالنصر منظور احمد صاحب مہتمم جامعہ فریدیہ خطیب جامع مسجد شہر منٹگمری سلمہ العلی القوی نے نہایت تحقیق و تدقیق سے عیسائیوں کے ان بے جا و ناروا اعتراضوں کے دندان شکن جواب دیے ہیں جو عیسائی مشنری کے بارے میں ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام بلکہ حق جل جلالہ و حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید پر کیا کرتے ہیں۔ عزیز موصوف نے نہایت متانت اور تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے معقول و منقول اور الزامی جواب دیے ہیں کہ اس کے پڑھنے کے بعد کوئی انصاف پسند عیسائی منہ کھولنے اور سر اٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ فقیر بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہے کہ عزیزم محترم مولانا ابوالنصر کے علم و عمل میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ ؎

اے مالکِ ہر بلند و پستی ۔ بخشش چیز عطا بکن زہستی
علم و عمل و فراخ دستی ۔ ایمان و امان تندرستی

مولیٰ تعالیٰ اس عجالۂ نافعہ کو مقبول خاص و عام بنائے اور گم کردہ راہ مستقیم کو اس کے ذریعے ہدایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

فقیر ابوالبرکات سید احمد غفرلہٗ ناظم و مفتی دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان۔ اندرون دہلی گیٹ۔ لاہور